سلسلۂ مطبوعات پنجاب اردو اکاڈمی ۱۲

باخذ جملہ حقوق

پنجاب اردو اکاڈمی لاہور نے
باہتمام
ملک محمد اشرف خاں صاحب مہتمم رفاہ عام پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

خاتونِ جنت

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی میں ایک جامع اور مفصل کتاب ایسے دردانگیز واقعات سے پُر ہے جس کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بنت الرسولؐ کے حالات ہر ایک شریف عورت کے پڑھنے کے قابل ہیں جن سے عبادتِ خدا محبتِ خلق۔ ایثار۔ سلیقہ۔ ہمدردی بنی نوع انسان۔ سخاوت۔ تربیتِ اولاد خدمتِ والدین۔ اطاعتِ شوہر۔ کفایت شعاری وغیرہ کے ہزاروں سبق مفید ہماری مستورات سیکھ سکتی ہیں۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ کے تفصیلی سطحی خاکے اور آپ کا شجرہ نسب۔ کتاب کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔ جنت البقیع مسجد بیت الحزن۔ آپ کے مزار مقدس پر برقی روشنی کا نظارہ۔ مشہد امام حسین۔ جامع سیدنا حسین۔ جامع اموی کا اندرونی محراب۔ معہ دیگر کئی فوٹو کی تصویریں۔ خرچ کثیر سے تیار کرا کر کتاب کے ساتھ لگا دی ہیں ہندوستان کے چوٹی کے شاعروں کی نظمیں۔ اس کتاب کے لئے خصوصاً حاصل کی گئی ہیں۔

کاغذ ولایتی۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت بلا جلد عہ - مجلد سے۔

ملنے کا پتہ

مینجر صوفی کمپنی لمیٹیڈ پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

۷۸۶

میں نے اپنی کسی گذشتہ تالیف میں ظاہر کیا تھا کہ اتفاقات سے، میری تمام تر نگارشوں کا موضوع، اسلاف کی قومی تاریخ سے متعلق رہا ہے --- اس ڈرامے کو اگرچہ تمام و کمال، قومی نہیں کہا جا سکتا تاہم —— چونکہ اس کا جزو اساسی، تاریخ اسلاف و ادبیاتِ اسلامیہ میں مشہور و متواتر رہا ہے اس لئے —— اسے بھی ایک حد تک قومی شمار کیا جا سکتا ہے ——!

شاید اکثر اصحاب کو اعتراض ہوگا کہ زیر نظر ڈرامے میں ضحاک کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ شاہنامے اور دوسری مشہور و معروف ادبی کتابوں سے بالکل مطابقت نہیں رکھتی تو —— میں کیا جواب دوں گا ——؟

یہ کہ —— اگرچہ استادِ ادبا، فردوسی کا شاہنامہ فصاحت و لطافت کے اعتبار سے، تمام تر مشرقی ادبیات پر برتری کا حق ہے، مگر اس کی تاریخی حیثیت معتبر و مسلم نہیں ہے اور چونکہ شاہنامے کے اکثر وقائع خالص اساطیری رنگ سے لبریز ہیں —— اس لئے ان میں واقعیت کی

۷۸۶

مُقدّمہ

مَیں نے اپنی کسی گُذشتہ تالیف میں ظاہر کیا تھا کہ اتفاقات سے، میری تمامتر نگارشوں کا موضوع، اسلاف کی قومی تاریخ سے متعلق رہا ہے ـــ اِس ڈرامے کو اگرچہ تمام و کمال، قومی نہیں کہا جا سکتا تاہم ـــ چونکہ اس کا جزوِ اساسی، تاریخ اسلاف و ادبیاتِ اسلامیہ میں مشہور و متواتر رہا ہے اِس لئے ـــ اسے بھی ایک حد تک قومی شمار کیا جا سکتا ہے ـــ!

شاید اکثر اصحاب کو اعتراض ہو گا کہ زیرِ نظر ڈرامے میں "ضحاک" کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ شاہنامے اور دُوسری مشہور و معروف ادبی کتابوں سے، بالکل مطابقت نہیں رکھتی تو ـــ مَیں کیا جواب دُوں گا ـــ؟

یہ کہ ـــ اگرچہ اُستادِ ادبا، فردوسی کا شاہنامہ، فصاحت و لطافت کے اعتبار سے، تمامتر مشرقی ادبیات پر برتری کا مستحق ہے، مگر اُس کی تاریخی حیثیت، معتبر و مسلّم نہیں ہے! اور چونکہ شاہنامے کے اکثر وقائع تمامتر اساطیری رنگ سے لبریز ہیں ـــ اِس لئے ان میں واقعیت کی

جستجو کرنا عبث ہے! چنانچہ ضحاک، کاوہ، اور فریدوں کا افسانہ بھی جو اس ڈرامے کی "شمع شبستاں" ہے، سرتاسر واقعی نہیں ——! اگر ایک انسان کے شانوں پر، خلاف فطرت، کسی قدر گوشت بڑھ بھی جائے تو انسانی وجود سے، سانپوں کی روئیدگی، اور اُن کی غذا کی احتیاج، کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتی ——!

"ضحاک" کے نام کا "ماری" کے خطاب کی شرکت سے شہرۂ آفاق ہونا —— اُس مناسبت کی شہادت دیتا ہے، جو اُس کو سانپوں سے تھی! کاوہ کے بچوں کا، سانپوں کی غذا کی خاطر، پکڑا جانا بھی کوئی مستبعد نہیں ——! مگر ہمیں معلوم کرنا ہے کہ آخر "ضحاک" اور سانپوں کی مناسبت، کس نوعیّت کی حامل تھی ——؟

اِس مبحث کو، حقیقت کی روشنی میں عُریاں کرنے کے لئے، ہم اُن تاریخوں پر، ذرہ بھر اعتبار نہیں کر سکتے، جن پر اساطیری اور افسانوی رنگ غالب ہے ——! بلکہ ہمیں کمالِ دلائلِ عقلیہ، اور آثارِ باقیہ کی رہنمائی کی طرف رجوع ہونا پڑتا ہے ——!

"ضحاک" کا اصلی وطن عربستان تھا! یہاں تک کہ اُس کے حسب نسب کا صحرائے افریقہ سے متعلق ہونا بھی ثابت ہے!

...... افریقہ میں آج بھی ایسی قومیں پائی جاتی ہیں، جو سانپوں کی پرستش کرتی ہیں، ——! زمانۂ جاہلیت کے عربستان میں بھی، اس قسم کا عقیدہ رکھنے والی قوموں کا وجود، قرین

قیاس[1] ہے ——— اُضحاک "خواہ عربستان کا باشندہ ہو! خواہ افریقہ کے صحراؤں کی "پیداوار" ——— اُس کی مار پرستی! اور اس لئے ——— "ماری" کے خطاب کی شہرت! ——— اور اپنے اِن معبودوں کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کے لئے، انسانی بچّوں کی ہلاکت ——— !! اس نوعیت کے ساتھ، یہ افسانہ، یقینی طور پہ ناقابل "شبہ و تردید" ہو جاتا ہے! اور تاریخ کی نظروں میں، ضحاک کے شانوں کو، سانپوں کی غیر فطری تولید، کے بارے، ہمیشہ نجات مِلجاتی[2] ہے ——— ! اس حالت میں کون کہہ سکتا ہے، کہ یہ ڈراما تاریخ سے اختلاف رکھتا ہے ——— ؟؟

مگر ڈرامے کے وہ افراد! جن کا تاریخ کے صفحات پر کہیں نام نشان تک نظر نہیں آتا ——— ؟؟ ضحاک میں اُن کے اضافی دخل کے جواز کا سبب یہ ہے کہ ڈرامے میں جو سراسر اساطیری رنگ سے لبریز ہوتا ہے، اکثر وقائع کی، تشریح و توضیح کی غرض سے، بعض فرضی سیرتوں (کیریکٹر) کا اضافہ، ادبائے مغرب کے موضوعہ و مقررہ قواعد و ضوابط کے منافی نہیں سمجھا جاتا ——— ! اب صورت حال یہ ہے کہ

---

[1] افریقہ و عربستان کے موجودہ و قدیم حالات سے قطع نظر، ہندوستان اور ایران میں بھی آج ایک کثیر آبادی سانپوں کا احترام مرعی رکھتی ہے ——— ! (اختر)

[2] فاضل مصنف کا یہ نظریہ بہرطور، قابل قبول، مطابق فطرت ——— اور اسلئے مستحق داد ہے ——— (اختر)

[ضحاک کے محل میں، دیوان خاص کا نقشہ نظر آرہا ہے۔ صدر میں ایک تخت بچھا ہے۔ دائیں بائیں طرف دو دریچے جھانک رہے ہیں۔ دیواروں پر سانپوں کی ہیبتناک تصویریں جھلک رہی ہیں۔ پردہ اُٹھتے ہی فرہاد دربار کی ترتیب میں مشغول نظر آتا ہے۔]

پہلا نظارہ

(فرہاد ــــــ تنہا)

فرہاد۔ (دیر تک سوچنے اور تخت پر نظر جمائے رہنے کے بعد) انقلاب! آہ! انقلاب!! .... ایک دن تھا کہ اسی تخت پر جمشید بیٹھتا تھا! (دیواروں کی طرف نظر اُٹھا کر) یہ دیواریں طرح طرح کے گل بوٹوں سے جڑی ہوئی تھیں! ان پر آفتاب کے طلوع و غروب کے نقشے جگمگاتے تھے! ہاں، یہ صنعت کی حسین گلکاریوں کا پرستان بن رہی تھیں ــــــ آج اِن پر، سانپوں کی، اُن ڈراؤنے سانپوں کی تصویریں نظر آرہی ہیں، جو اللہ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ مہلک اور موذی ہیں (کسی قدر ڈرتی ہوئی نگاہوں سے سانپوں کی طرف دیکھ کر) کیسا مسکین جانور!!

..... میں جتنا ان کی طرف دیکھتا ہوں! مجھے وحشت ہوتی ہے!
..... کاش یہ بلا صرف دیکھنے ہی پر ٹل جاتی! ...... مگر افسوس! ہم توان مردود کیڑوں کے آگے سر جھکانے، بلکہ سجدہ کرنے پر مجبور ہیں ــــ ہم! ...... ہم! جو کبھی جمشید کے مذہب پر فخر کیا کرتے تھے! ہم! جو کبھی ایک سراپا نور بادشاہ کے وسیلہ سے، اُس پاک خدا کی پرستش کرتے تھے، جو تمام کائنات کا خالق ہے! وہ خدا! جو آفتاب کی شکل میں تمام موجودات کو جگمگاتا اور حیوانات اور نباتات کو زندگی بخشتا ہے! ہم! جو کبھی، نوروز کے دن، جبکہ پھولوں کی مہک! اور سبزہ کی لہک! ہمارے دل و دماغ کو مست کر دیتی تھی! نہروں کے کنارے اور باغوں کے درمیان، جمشید کے بتائے ہوئے مذہبی بھجن گاتے تھے ــــ ہم! آج اِن ہیبت ناک کیڑوں کی عبادت کرنے پر مجبور ہیں ...... (پھر سانپوں کی تصویروں کی طرف دیکھ کر) اِن کی پرستش کروں ؟ ؟ ؟ ــــ نہیں! کبھی نہیں!! میں اُس خدا کو چھوڑ کر، جو خالق کائنات ہے! اِن مکروہ کیڑوں کی عبادت نہیں قبول کر سکتا! آفتاب کے جگمگاتے ہوئے، نور سے مُنہ موڑ کر، ان ہولناک جانوروں کے آگے سر نہیں جُھکا سکتا! ....
(کچھ دیر سوچنے کے بعد) مگر آہ! میں تو دُنیا کی نظروں میں، ان کی عبادت کرنے! اور جمشید پر لعنت بھیجنے پر مجبور ہوں! .... آخر! مجبور کرنے والی چیز کون سی ہے؟ ...... میرا دل؟ میری زندگی؟

میرا نفع ؟ میری آل اولاد ــــــ ؟ نہیں ـــــ نہیں ! مَیں ان سب ! مَیں اِن سب کو قربان کرسکتا ہوں ! ـــــ اِن میں سے کوئی بھی میرے ضمیر کو دھوکا نہیں دے سکتا ! کوئی بھی مجھے اِن ملعون کیڑوں کی جھوٹی پرستش پر مجبور نہیں کرسکتا ! ـــــ مگر ایک فرض ! .... آہ ! ایک فرض ! جسے میرے سوا، دُنیا میں کوئی انجام نہیں دے سکتا ـــــ ! ایک فرض ! جس پر سارے وطن کی سلامتی کا دارومدار ہے ! ایسا فرض ! کہ اگر اس کے راستہ میں میری جان بھی قربان ہوجائے تو بھی کم ہے ! یہی فرض ہے جس نے میری غیرت و حمیّت کی آگ کو، ٹھنڈا کر رکھّا ہے .... (اپنی ڈاڑھی کے ہاتھ لگا کر) افسوس ! میری عُمر اسّی کے قریب پُہنچ گئی ! اگر آج کل میری آنکھ بند ہوگئی ! مَیں مرگیا ! .... تو کیا ہوگا ؟ اس فرض کا کیا ہوگا ؟ ؟ (کمال خود رفتگی سے دوزانو ہوکر اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کر) اومیرے خدا ! اوجمشید کے معبود ! ! میری عمر زیادہ کردے ! اور اس مُقدّس فرض کے پُورا ہونے تک مجھے زندگی سے محروم نہ کر ! .... (خوش ہوکر) ہاں ! ہاں ! مَیں زندہ رہوں گا ! زندہ رہوں گا ! اور اپنا فرض پورا کروں گا ! .... یہی فرض ہے، جس کے کارن مَیں نے جمشید کے خاندان سے بیوفائی کی - حالانکہ اُس کا مَیں نے نمک کھایا ہے ! یہی فرض ہے ! جس نے مجھے جمشید کا پاک مذہب چھوڑ دینے پر مجبور کردیا ! حالانکہ مَیں اُس کا نام لیوا ہوں ! اسی فرض کی خاطر ! مجھے

اِن زہریلے کیڑوں کی بناوٹی پرستش کرنی پڑی، جن سے مَیں ہزار بار!
لاکھ بار نفرت کرتا ہوں! الغرض وہ فرض! جس نے مجھے ایسے ایسے
گناہوں کے ارتکاب پر مجبور کیا ہے .... کیا مَیں اُسے
پُورا نہیں کر سکوں گا ــــــ؟ نہیں اُس خدا کا اِنصاف، جس کی
میرا دل ہمیشہ عبادت کرتا رہا ہے! اس بات پر کبھی راضی نہ ہوگا!
یقیناً مَیں زندہ رہوں گا! اور اپنا فرض پُورا کروں گا! ــــــ!!
(بائیں طرف کی کھڑکی سے پرویز داخل ہوتا ہے۔ ایک چرواہا عصا اُسکے ہاتھ میں ہے)

دُوسرا نظارہ

(فرہاد ــــــ پرویز)

فرہاد۔ (پرویز کو دیکھکر اپنے آپ) وہی ہے! وہی ہے! کس شان سے آرہا ہے!
جیسے شیر! اللہ تعالیٰ ہر بلا سے محفوظ رکھے! (پرویز سے) بیٹا!
دیکھنا باری نہ ٹل جائے!

پرویز۔ نہیں اباجان! باری والے کبھی کے چلے گئے!

فرہاد۔ کیا وہ آپ ہی جاگ اُٹھا؟

پرویز۔ نہیں! ابھی سو رہا ہے!

فرہاد۔ بیٹا! آرام سے تو ہونا؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟؟

پرویز۔ اباجان! ایک کسان کے، ایک چرواہے کے لڑکے کو، جو شاہی

محلوں میں رہے کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ ؟ ایک ایسا شخص جو پہاڑوں کے دروں، اور دیہات کے جھونپڑوں میں، فقر و فاقہ کی حالت میں پل کر بڑا ہوا ہو! اور اُسے ایسی نعمت مِل جائے تو وہ کیوں خوش نہ ہوگا ــــ؟

فرہاد۔ (غمگین ہو کر اپنے آپ) ایک کسان کا! ایک چرواہے کا لڑکا!! ...... ایسا شخص جو فقر و فاقہ کی حالت میں پل کر بڑا ہوا ہو ــــ؟! آہ! تقدیر! تقدیر!!!

پرویز۔ ابّا جان! حضور بادشاہ سلامت نے جیسے جیسے احسان مجھ پر کئے ہیں! آپ دیکھتے ہیں!؟

فرہاد۔ (اپنے آپ) غریب لڑکا!!

پرویز۔ کیوں ابّا جان؟ کیا مَیں اِن مہربانیوں کے لائق ہوں؟ دیکھئے نا! مَیں ایک کسان کا لڑکا ہوں! مگر اس نے مجھے اپنے خاص عصا بردارں میں شامل کیا ہے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) آہ! اس بیچارہ کو کیا معلوم؟

پرویز۔ کیا مَیں سچ نہیں کہتا ابّا جان؟؟

فرہاد۔ (زہر خند کر کے) سچ ہے! بیٹا! سچ ہے!! (دُوسری طرف مُنہ کر کے اپنے آنسو پُونچھتا ہے اور پھر اپنے آپ) آہ! اس کی زبان سے جو لفظ نِکلتا ہے! میرے دل پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے! ــــ غریب لڑکا! اتنے آرام کو بھی، اپنی حیثیت سے بڑھ کر جانتا ہے! اس غریب کو

کیا خبر کہ ....

پرویز۔ ابا جان! مَیں نے ایک بات بہت سوچی! مگر آپ سے کبھی نہ پُوچھ سکا!

فرہاد۔ وہ کیا بات ہے بیٹا ــــ؟

پرویز۔ جب ہر روز مجھے دیکھنے آتے تھے نا ....؟

فرہاد۔ (گھبرا کر اپنے آپ) الٰہی تیری پناہ!!

پرویز۔ جب مَیں چھوٹا سا، بہت چھوٹا سا تھا! آپ ہر روز آتے تھے! مَیں اُس وقت آپ سے ابا جان سے زیادہ محبت کرتا تھا!

فرہاد۔ (بے چین ہو کر) آہ بیٹا! تم یہ کیسی باتیں .... کیا پُوچھنا چاہتے ہو؟

پرویز۔ مَیں پُوچھتا ہوں ابا جان! آپ نے اس وقت اور اس کے بعد مجھے کیوں نہ بتلایا کہ آپ یہاں رہتے ہیں! مجھے اگر معلوم ہوتا تو اُسی وقت آپ کے پاس چلا آتا!

فرہاد۔ (حواس باختہ ہو کر) چونکہ ــــ کچھ ــــ مناسب ــــ نہ ــــ نہیں تھا ــــ بس! ....

پرویز۔ ہائیں آپ کو کیا ہوا؟ ــــ الٰہی خیر! آپ گھبرا کیوں گئے؟

فرہاد۔ کچھ .... بیٹا! .... کچھ نہیں! ــــ مَیں اچھا ہوں .... مگر دیکھنا! میرے وہاں آنے جانے اور لوگوں سے مِلنے جُلنے کا حال، کسی سے کہنا نہیں! .... یہ بات چھپانے کی ہے! سمجھے ــــ؟؟

پرویز۔ بہت اچھا! ابّا جان! مگر یہ کیوں؟
فرہاد۔ کچھ نہیں! کوئی خاص بات نہیں! ...... یونہی ......
میں چاہتا ہوں! کسی کو خبر نہ ہو! سُنا!؟
پرویز۔ بہت اچھا!
فرہاد۔ قسم کھاؤ! بس مجھے اطمینان ہو جائیگا! ...... کسی سے کہو گے
تو نہیں؟ ہے نا!!
پرویز۔ بہت بہتر! نہیں کہونگا! مگر جتنا آپ اصرار کرتے ہیں! میری
پریشانی بڑھتی جاتی ہے! آخر اس کے چھپانے کا سبب ـــــ؟؟
فرہاد۔ کچھ نہیں! مگر میں نہیں چاہتا! میں نہیں چاہتا! لاؤ! اپنا ہاتھ!
(اپنے آپ) یہ اسے کہاں سے سوجھی؟ مجھے ڈر ہے، کہیں میرا بھید
نہ کھل جائے! ....
پرویز۔ (اپنے آپ) کس قدر بے چین ہو گئے! اس میں کچھ بھید ہے شاید ......!
فرہاد۔ نہیں کہو گے نا ـــــ؟
پرویز۔ اطمینان رکھیئے! ابّا جان! میں کسی سے ...... ذکر نہیں کرونگا ....
مگر یہ بھید ......؟!
فرہاد۔ قسم کھاؤ! قسم کھاؤ!!
پرویز۔ آفتاب کے اُس نور کی قسم! جو روزانہ علی الصباح، ساری دُنیا کو
اپنی روشنی سے منوّر کر دیتا ہے! ہمیں اندھیرے کے پنجے سے
چھڑاتا ہے! برف کے ٹیلوں اور یخ کے پہاڑوں کو پگھلاتا اور

درختوں میں میوے پیدا کرتا ہے ـــــ ! جمشید کی جان کی قسم! نہیں کہوں گا ـــــ !!

فرہاد۔ (یکایک خوش ہو کر اپنے آپ) الٰہی! تیرا شکر! ابھی جمشید کے مذہب پر قائم ہے! (کسی قدر چونکنا ہو کر) مگر ایسی قسم کھاتے ہوئے کسی نے سُن نہ لیا ہو! ...... کہیں! اِس کے جمشید کا مذہب نہ چھوڑنے کا حال ...... ضحاک کے کانوں تک نہ پہنچ جائے! ...... (اوپری دل سے) بیٹا! خدا تمہیں سلامت رکھے! اب کبھی ایسی قسم نہ کھانا! ...... (پرویز نادم ہو کر اپنی اُنگلی دانتوں میں داب لیتا ہے) دیکھنا! آئندہ اِن "مقدس سانپوں" کی قسم کھانی چاہیئے! ـــــ

پرویز۔ مَیں بھولا! اَبّا جان!!

فرہاد۔ (اپنے آپ) کچھ شک نہیں کہ ابھی دل میں ہمارا ہی عقیدہ ہے! الٰہی! تیرا شکر ہے! (جانا چاہیئے اب تو) بیٹا! تم یہاں سے کہیں نہ جانا! جب وہ جاگے گا تو شاید تمہیں بلائیگا!!

پرویز۔ کہیں نہیں جانے کا اَبّا جان! مَیں کہیں نہیں جانے کا!

(فرہاد، دائیں طرف کے دریچہ سے باہر جاتا ہے)

تیسرا نظارہ

(پرویز ـــــ تنہا)

پرویز۔ (اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے اپنے آپ) آہا! کیسا نصیب! کیسی نعمت!

کیسی زندگی !! .... اگر مَیں اپنی ساری عمر کے دِنوں کا،
آج کے دن سے موازنہ کروں تو کس قدر فرق نکلیگا؟ ....
جب مَیں یہاں نہیں آیا تھا! کیا حالت تھی ــــــ؟ گھاس پھُوس
کے فرش پر سونا نصیب ہوتا تھا! آج ایسے محلّوں میں زندگی بسر
کر رہا ہوں! جنہیں مَیں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا!
پہننے کو، پھٹے پُرانے، اور میلے کچیلے چیتھڑے ملتے تھے! اور جب وہ
بارش میں بھیگ جاتے تھے تو مَیں اُنہی کو سُکھا کر پھر پہن لیتا تھا!
آج وہ دن ہے کہ ریشمی لباس میں رہتا ہوں! پہلے جب مَیں گاؤں میں
تھا! ایک لکڑی میرے ہاتھ میں ہوتی تھی اور ــــــ میں بکریاں
چراتا پھرتا تھا! آج یہ جڑاؤ عصا میرے ہاتھ میں ہے! اور مَیں
شاہی مصاحب بن کر اتراتا ہوں! کیسی نعمت! کیسا نصیب!!
مگر جب کبھی مجھے خیال آتا ہے۔ میرا دل کانپ کانپ جاتا ہے۔ افسوس کیا وہ زندگی جو اپنے دیکھے
بغیر بسر ہو زندگی ہے کیا وہ عمر جو اس کے بغیر گذرے عمر کہلائی جا سکتی ہے.. اگر وہ
میرے پاس ہو تو ایک مرتبہ اُس کی صُورت دیکھ لینا! ہزار سال کی
زندگی سے بہتر ہے! .... مگر مَیں نہیں جانتا کیا بات ہے؟
مجھے ہر وقت، اُس کا نام کیوں یاد آتا ہے؟؟ مَیں اُس کی آواز
آواز سُنتا ہوں! سُنتا ہوں! اور سُنتا رہتا ہوں! ؎

مجھے ہر لحظہ اُسکی رس بھری آواز آتی ہے!
جو میرے دل کی گہرائی میں جا کر ڈوب جاتی ہے!

میرا دل دھڑکنے لگتا ہے! مَیں اپنے آپ کو بالکل بھول جاتا ہوں! .... میرے جسم پر کپکپی سی چڑھ جاتی ہے! ...... محبّت کرتا ہوں ــــ! شاید! مَیں محبّت کرتا ہوں!! مگر..... مَیں کیوں محبت کرتا ہوں ــــ؟ کس غرض سے محبّت کرتا ہوں؟ ــــ مَیں نے جب اُسے پہلی مرتبہ دیکھا! کچھ زیادہ دن نہیں گُزرے ــــ! جب سے ابتک اُس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی ہے! مجھے بھی اُس سے کچھ کہنے کی جُرأت نہیں ہوئی! .... آخر! یہ محبّت اور کشش کاہے سے پیدا ہوئی ہے ــــ؟ ابتو میرا دل اُسے اِنسان کہنے پر راضی نہیں ہوتا! میری نظروں میں وہ فرشتہ معلوم ہوتی ہے! اُسکی موہنی صُورت، آفتاب کی طرح، آنکھوں میں چکاچوندھ پیدا کر دیتی ہے! جب کبھی مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کی طرف نظر بھر کے دیکھوں! اُس کی حُسن کی کرنیں پردہ بن جاتی ہیں! اور مجھ سے کچھ نہیں دیکھا جاتا ــــ! جب وہ زمین پر پاؤں رکھتی ہے تو مَیں حیران ہو کر کہتا ہوں کہ کیا وہ بھی زمین پر پاؤں رکھ سکتی ہے! .... زمین کے اس حصّہ کی شرافت کس قدر بڑھ گئی ہے ــــ؟ مجھے رشک آتا ہے!! ..... جن زمینوں پر وہ اُٹھتی بیٹھتی، اور چلتی پھرتی ہے، وہ سب میرے نزدیک مُقدّس ہیں! .... یہ عمارت اُس کی بدولت ــــ ہاں، صرف اُس کی بدولت، میری نظروں میں بہشت سے بھی بڑھکر ہے!!

اَب میرے لئے یہاں سے چلا جانا ـــــ آہ! اس جگہ سے جدا ہونا، جدا ہونا موت سے بدتر ہے! ـــــ اگر مَیں یہاں سے چلا گیا ـــــ تو میرے اللہ! مَیں کیونکر زندہ رہ سکوں گا؟ (پاؤں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے) کوئی آرہا ہے! ...... کون ہے ـــــ ؟!

(مہرو بائیں طرف کے دریچہ سے داخل ہوتی ہے)

چوتھا نظارہ

(پرویز ـــــ مہرو)

مہرو۔ (کچھ دیر خاموشی سے پرویز کے چہرہ کی طرف دیکھنے کے بعد ایک طرف آکر اپنے آپ) آہ! اگر آج میرا لڑکا! زندہ ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی ہوتا! اُس وقت کو، ۱۶ سال ہونے آئے! جب وہ ۲ سال کا تھا! آج کوئی اٹھارہ سال کا ہوتا! ...... (پرویز سے) کیوں بیٹا! تمہاری کیا عُمر ہوگی بھلا ـــــ!؟

پرویز۔ اٹھارہ سال!

مہرو۔ (اپنے آپ) آہ! بالکل میرے لڑکے کی عُمر! مَیں نصیبوں جلی آج کو ایک ایسے ہی لڑکے کی ماں ہوتی! .... آہ مَیں اپنے باپ سے محروم ہوگئی اپنے شوہر سے محروم ہوگئی اپنے نصیبوں سے محروم ہوگئی! مَیں اپنے باپ اور شوہر کے قاتلوں کے ہاتوں میں گرفتار ہوگئی! اللہ! کیسی کیسی

مُصیبتیں جھیلیں! کیا کیا تکلیفیں سہیں! مگر سب کو بھلا چکی! مجھے کسی بات کا رنج نہیں! فقط اپنی اولاد کا صدمہ ہے! ہائے! میرا ہیرے موتی، سا لڑکا! کون جانے اُس پہ کیا بیتی؟ خدا ناکردہ، کہیں دُشمنوں نے اُسے قتل تو نہیں کردیا .... نہیں! آہ نہیں! ......
مگر شاید وہ بیچ میں رہ گیا تھا! کہیں اُس ہنگامہ میں، گھوڑوں کے پیروں تلے نہ آگیا ہو؟ کسی نے اُسے گرفتار نہ کرلیا ہو؟ آہ! کیا وہ وحشی عربوں اور شوریوں کے پنجہ میں تو نہیں پھنس گیا — اُف! ضحاک کے بیرحم! ظالم آدمیوں کے ہاتوں میں! .... اِلٰہی! کسی نے پہچان لیا تو کیا ہوگا —— ؟ آہ! میری آنکھوں کے سامنے اُس کا سر قلم ....! مَیں نہیں جانتی وہ زندہ ہے یا قتل ہوچکا ......؟ میری ظاہری آنکھیں اُسے نہیں دیکھ سکتیں! کاش کہ مَیں اُس کو ایکدفعہ دیکھ لوں! پھر جو ہونا ہو، ہوجائے! .... ہاں! ہوجائے! .... ایک دفعہ دیکھنے کے بعد چاہے میری آنکھوں کے آگے ہی اُس کا سر قلم کریں! مَیں راضی ہوں! .... آہ! میرا لڑکا! میرا پیارا لڑکا!!

(آنکھوں پر رومال رکھکر رونے لگتی ہے)

پرویز۔ (دُور سے مہرو کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے اپنے آپ) کیسی عجیب بات ہے! یہ عورت ہمیشہ اسی طرح رنجیدہ اور غمگین رہتی ہے! (غور سے دیکھکر) رو رہی ہے! آہ! وہ تو رو رہی ہے! عجیب

بات ہے! میں تو اس جگہ ہر شخص کو خوش و خرم خیال کرتا تھا! اب معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں رنج و غم نہ بستے ہوں!

(دائیں طرف کے دریچہ سے فرہاد داخل ہوتا ہے)

پانچواں نظارہ

(گذشتہ افراد ــــ فرہاد)

پرویز۔ (فرہاد کے پاس جا کر آہستہ) اَبا! اَبا! دیکھئے تو وہ ـــ اس عورت کو کیا تکلیف ہے؟ یہ ہمیشہ اسی طرح غمگین رہتی ہے! صبح سے ابتک برابر رو رہی ہے! میں جب اسے روتا دیکھتا ہوں، میرے دل پر چوٹ سی لگتی ہے! مگر اَبا جان! میں اس کے پاس جانے اور تسلی دینے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ آپ اس غریب کو تسلی دیجئے!

فرہاد۔ اچھا! تم اندر آجاؤ! (اپنے آپ) غریب لڑکا! اگر اسکی تکلیف بیان لے!...... اگر اس کا بھید سن لے! ـــ آہ! تقدیر!

...... تقدیر کیا چاہتی ہے ـــ؟

پرویز۔ (جاتے ہوئے اپنے آپ) خدا جانے کیا بات ہے کہ میرے دل میں اس عورت کی محبت پیدا ہوگئی ہے! اتنی محبت جتنی مجھے اپنی

ماں سے ہوتی! .... شاید اس لئے کہ مجھے خوب چہرے
محبت ہے! یا کوئی اور وجہ ہوگی! جب مَیں اسے رنج و غم کی
حالت میں دیکھتا ہوں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے!!
(آنسو پونچھتا ہُوا چلا جاتا ہے)

چھٹا نظارہ

(مہرو ——— فرہاد)

فرہاد۔ (مہرو کے پاس جاکر غمگین نگاہوں سے دیکھکر اپنے آپ) آہ! میرا دل بیچین ہے! غریب عورت! آج اٹھارہ سال سے رات دن آنسو بہا رہی ہے! اور مجھے وہ راز معلوم ہے جو اسے اس عذاب سے نجات دلا سکتا ہے! مگر کیا کروں؟ مَیں اس کے چھپانے پر مجبور ہوں! بے شک! اس بدنصیب کی خوشی اور خوش نصیبی کا سامان میرے ہاتھ میں ہے ...... مگر ابھی وقت نہیں آیا کہ مَیں اس راز کو فاش کردوں! اگر فاش کردوں! تو یقیناً یہ ایک دو لمحہ کے لئے خوش ہوسکتی ہے! مگر یہ خوش وقتی عارضی چیز ہوگی! اس کے بعد مایوسی کے سوا کچھ نہیں! ہاں! ان ایک دو لمحوں کے بعد اس عورت کے لئے! تمام وطن کیلئے تمام ملک کیلئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں!
.... نہیں! نہیں! مَیں اس راز کی اپنی جان کے برابر حفاظت کروں گا! کچھ شک نہیں کہ اس کے آنسو جو اٹھارہ سال سے

بہہ رہے ہیں! پتھریں بھی سوراخ کر سکتے تھے! لیکن میرا دل پتھر سے
زیادہ سخت رہا ہے! ..... اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا ــــــ!
آہ! کس قدر تکلیف کا سامنا ہے! .... (مہرو سے بلند آواز میں)
دیکھو! دیکھو! خدارا! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ کیا اپنے آپ کو ہلاک
کر لو گی؟

مہرو۔ (سر اونچا کر کے آنسو پونچھتے ہوئے) کون؟ فرہاد! آہ! فرہاد! مجھے
رونے سے منع مت کرو! آنسوؤں کے سوا مجھے کسی چیز سے تسکین
نہیں ہوتی!

فرہاد۔ اٹھارہ سال! غضب خدا کا، اٹھارہ سال سے آنسو بہا رہی ہو!
کیا یہ کافی نہیں!

مہرو۔ نہیں! یہ کافی نہیں! میں روؤں گی جب تک کہ موت نہ آجائے گی!
برابر روؤں گی! اور اسی طرح روتی رہوں گی ؎

رات دن رویا کئے! شام و سحر رویا کئے!
کچھ نہ روے آہ! اگر ہم عمر بھر رویا کئے!

فرہاد۔ اس طرح تم اپنے آپ کو ہلاک کر لوگی! ...... خدا نہ کرے! تم زندہ
رہو گی! تمہیں زندہ رہنا چاہیئے!

مہرو۔ بے شک! میں زندہ رہوں گی! میں زندہ رہوں گی! صرف اس لئے
زندہ رہوں گی کہ ایک دن اپنے لخت جگر کا دیدار دیکھوں گی! ہاں!
میں ابھی ظاہری آنکھوں سے اپنے لڑکے کو دیکھ...... گی! ......

آہ! اگر کوئی کہدے کہ آپ سے بیس سال بعد بھی بیٹی اُس کو دیکھ سکو گی تو میں اس پر بھی راضی ہوں! ہاں! مجھے اس سے بھی تسلی ہو جائے گی! مگر..... صرف مایوسی!! کاش کہ میں پوری پوری مایوس ہی ہوتی! .... مایوسی بھی ایک قسم کی تسلی ہے! مگر ہائے! یاس و امید کی بھول بھلیاں! ــــ ہائے! میں اپنے لختِ جگر کی زندگی اور موت کا حال نہیں جانتی! اگر زندہ ہے تو کسے معلوم؟ کہاں ہے؟ ــــ اگر مر گیا ہے! تو خدا جانے کس طرح مرا ہوگا ــــ؟

(رونے لگتی ہے)

فرہاد۔ (متاثر ہو کر اپنے آپ) آہ! بیچاری! دکھیاری! آہ! میں برداشت نہیں کرسکتا! .... میں ڈرتا ہوں! کہیں کسی دن بے اختیاری میں میری زبان سے کوئی لفظ نہ نکل جائے! .... (مہرو کو روتا دیکھ کر) آہ! مظلوم عورت! (اپنے آنسو پونچھتا ہے)

مہرو۔ (سر اُٹھا کر فرہاد کو روتے دیکھ کر) کیا؟ کیا؟ تم بھی رو رہے ہو؟ تم بھی متاثر ہو رہے ہو؟؟

فرہاد۔ رونا اچھا ہے اگر رونے سے اس درد کا علاج نہیں ہو سکتا!.... یہ درد لاعلاج ہے!!

مہرو۔ کیوں؟ لاعلاج کیوں ہے؟ اس کا علاج ضرور ہوگا! فرہاد! میں اُس کی موت کی خبر برداشت کرسکتی ہوں! میں اس کی ہڈیوں کو! اسکی مٹی کو! اُسکی قبر کو .... (رونے لگتی ہے)

فرہاد۔ (اپنے آپ) آہ! تقدیر! کیا کسی دن اس راز کو کھولنے کی اجازت نہ دے گی؟؟

مہرو۔ فرہاد تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے خاندان میں، تمہارے سوا کوئی نہیں بچا ہے! آہ! تمہارے سوا کوئی نہیں! جس کے آگے میں اپنا دکھڑا رو دوں! (فرہاد یہ خیال کرکے کہ کہیں کوئی یہ باتیں سن نہ رہا ہو ادھر ادھر دیکھتا ہے) میرے لڑکے کا حال تمہیں ضرور معلوم ہے! بس میں اس کے متعلق، صرف اِک آخری خبر چاہتی ہوں! وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ کیا ہوگا؟ اگر تم بتلا دوگے تو کیا ہوگا؟

فرہاد۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ زندہ نہیں ہے!

مہرو۔ (آنکھوں پہ ہاتھ رکھکر روتے ہوئے) ہائے! میرا لڑکا!!

فرہاد۔ (اپنے آپ) آہ! کتنا دردناک منظر ہے! خدا نہ کرے اس عورت کا خون میری گردن پر ہو!

مہرو۔ (فرہاد کا سر اونچا کرکے) نہیں! نہیں! میں یقین نہیں کروں گی! میرا لڑکا مرا نہیں ہے! تم مجھے چپ کرنے کو جھوٹ بول رہے ہو! ...... فرہاد! ساری دنیا کہتی ہے کہ تم نے جمشید کے خاندان سے نمک حرامی کی اور ضحاک کا ساتھ دیا! تم نے جمشید کا پاک مذہب چھوڑ دیا اور دلی لگاؤ سے ان ہولناک کیڑوں کی پرستش شروع کردی! —— تمہارے متعلق برسوں سے لوگوں کا یہی خیال تھا! مگر مجھے یقین نہیں آتا تھا! اور میں تمہیں بدستور اپنے والد کی جگہ

خیال کرتی تھی! لیکن اب چپکے چپکے تمہارے خیالات اس طرح بدلتے رہتے ہیں کہ میں اُنہی لوگوں کو حق بجانب سمجھتی ہوں! کچھ شک نہیں کہ تم نے ہمیں چھوڑ دیا اور تہ دل سے ضحاک کی رفاقت اختیار کرلی! .... آہ! آج اٹھارہ سال! ہونے آئے! میں رات دن اپنے لختِ جگر کی یاد میں آنسو بہاتی رہی ہوں! مگر تمہارے پتھر دل پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا، اور تم نے اُس کی خیر خبر معلوم کرنے کے لئے مطلق کوشش نہ کی! میں جانتی ہوں کہ اگر تم چاہتے تو اس معاملہ میں ضرور کچھ نہ کچھ معلوم کرسکتے تھے! (فرہاد اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی آتا نہ ہو) دیکھو! دیکھو! ہاں اچھی طرح دیکھو! کہیں تمہارے یہ مقدس معبود! تمہیں مجھ سے باتیں کرتے نہ دیکھ لیں! .... آہ! میں اب سمجھی! اس دنیا میں صداقت محض ایک خیالی چیز ہے! اور زمانہ کو صرف دولت اور اقبال ہی عزیز ہے!! خیر! خدا مالک ہے!

(ایک طرف جانے لگتی ہے)

فرہاد۔ (اپنے آپ) چلو! یہ بھی اچھا ہوا، اس کے اس طرح فکرمند ہونے سے میرا مقصد پورا ہوگا! ...... آج وہ مجھے نمکحرام! غدار! اور خدا جانے کیا کچھ سمجھ رہی ہے! مگر ایک دن اُس کو معلوم ہو جائیگا کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں؟ .... ہاں! وقت آنے پر سارا حال کھل جائیگا! وقت ہر ایک چیز کی تصحیح کرلیگا! اگر قسمت نے مدد کی تو میں ایک دن اُس کو اچھی طرح بتلا سکوں گا کہ میں کیسا آدمی

ہوں؟...... اب وہ مجھ سے بدگمان ہے! مگر اُس کی بدگمانی سے
کوئی نقصان نہیں ——!

(پرویز آجاتا ہے)

ساتواں نظارہ

(پچھلے افراد —— پرویز)

پرویز۔ (فرہاد سے) حضور سو اُٹھے ہیں! آپ کو یاد فرماتے ہیں!

فرہاد۔ بہت اچھا!

(بائیں طرف سے چلا جاتا ہے)

مہرو۔ (اپنے آپ) کس تیزی سے جا رہا ہے! میرے صبر و اختیار کو کچل کر
جا رہا ہے! اللہ! تیری خدائی میں وفا بھی کوئی چیز تھی ——؟!

پرویز۔ (اپنے آپ) ہائیں! پھر رو رہی ہے! تعجب! تعجب! آخر اس
عورت کو کیا تکلیف ہے؟

(بائیں طرف سے خوب چہر گھبرائی ہوئی داخل ہوتی ہے)

آٹھواں نظارہ

(مہرو —— پرویز —— خوب چہر)

خوب چہر۔ (مہرو کے پاس آکر) ہائے! امی جان!.... (پرویز کو دیکھ کر

ٹھٹھک کر رہ جاتی ہے)

مہرو۔ (خوب چہر کے کندھے پہ ہاتھ رکھکر) کیا ہوا؟ بیٹی! کیا ہوا؟

خوب چہر۔ (شرم کے مارے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اپنے آپ) الٰہی خیر!!

پرویز۔ (اپنے آپ) آہ! ایک فرشتہ ہے کہ آسمان سے اُتر آیا ہے!......
مگر کیا ہوا؟ اپنے باپ کے پاس سے آرہی ہے! تعجب ہے——!!

مہرو۔ (خوب چہر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیار سے) کیا ہے؟ بیٹیا!
کیا بات ہے؟

خوب چہر۔ (مہرو سے لپٹ کر) آہ! امی جان! کیسا بھیانک سماں!!
جیسے کوئی بھوت لپٹ گیا ہو!...... اس قدر دہشتناک
انداز میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا کہ تمام مسہری لرز رہی تھی! میں نہیں
جانتی کیا بات تھی! جب میں نے اُس کی چیخ کی آواز سُنی تو میں بھاگ کر
کمرہ میں پہنچی۔ اُس نے مجھ سے ایسے ڈراؤنے لہجہ میں بات کی کہ میرا
رواں رواں کانپ اُٹھا! اُف!! ابتک کانپ رہا ہے——!

مہرو۔ ڈرو! مت! بیٹی! تمہارا باپ ہے!

پرویز۔ (اپنے آپ) کیا کہہ رہی ہے؟ اس کی دہشت کیا تھی؟ یہ ضرور کچھ
اور بات کہنا چاہتی تھی! اگر مجھے دیکھکر رُک گئی!...... آہ!
اب بہت کم نظر آیا کرے گی!...... مجھے جانا چاہیئے! (خوب چہر
کی طرف دیکھتا ہوا جاتا ہے) کیسی مغموم حسینہ! کیسی رنجیدہ نازنین!!

(بائیں طرف سے چلا جاتا ہے)

نواں نظارہ

(مہرو ـــــ خوب چہر)

خوب چہر۔ (پرویز کو جاتا دیکھکر) آہ! امی جان! مَیں ایک بادشاہ کی لڑکی ہو کر، ایک فقیر کی! ایک بھکاری کی لڑکی پر رشک کرتی ہوں! ہاں! اس لئے کہ اولاد کے لئے، ماں باپ کی پیار بھری نظروں سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہوتی! ...... ایک فقیر کی لڑکی بھوکی ہوتی ہے! تکلیف اُٹھاتی ہے! غریب سارے سارے دن کام کرتی ہے! اور تھک کر چُور ہو جاتی ہے! مگر رات کو، جب اُس کے ماں باپ! اُسکو پیار کرتے ہیں! اُس کی پیشانی چُومتے ہیں! تو وہ اپنی دن بھر کی مصیبت بھُول جاتی ہے! آہ! وہ کیسی خوش نصیب ہے!! اِک مَیں ہوں کہ بادشاہ کی لڑکی کہلاتی ہوں! ساری دُنیا مجھپر رشک کرتی ہے! مگر اس نعمت سے محروم ہوں! (رونے لگتی ہے) مجھے تقدیر نے ماں کی محبّت سے محروم کر دیا! باپ سے اُمید تھی! اُسکی یہ حالت ہے کہ پیار کرنا تو درکنار! کبھی پیار سے بات بھی نہ کی! کبھی شفقت کی نظر سے بھی نہ دیکھا! خدا جانے مَیں نے ایسا کون سا گُناہ کیا ہے ـــــ؟ آہ! میری! بدنصیبی! امی جان! ایک لمحہ پہلے آپ وہاں ہوتیں تو دیکھتیں کہ کس چیز نے مجھے کمرہ سے باہر

باہر کر دیا تھا ــــــ؟ (روتی ہے)

مہرو۔ (خوب چہر کے آنسو پونچھتے ہوئے) صبر کرو! بیٹی! صبر کرو! ظالم کے ظلم میں صرف تم ہی گرفتار نہیں ہو!!

خوب چہر۔ نہیں! امی جان! مجھ سے زیادہ مظلوم کون ہوگا؟ آہ! میں تو باپ کی محبّت سے بھی محروم ہوں!

مہرو۔ (اپنے آپ) غریب لڑکی! اگر اصل بھید جانتی تو ایسی باتیں نہ کرتی!

خوب چہر۔ کیا میں اُس کی بیٹی نہیں ہوں؟ امی جان!

مہرو۔ بیٹا! ظالم کے کوئی بیٹی نہیں! عزیز بھی نہیں! دوست بھی نہیں! کوئی بھی نہیں! ہاں قیدی ہیں! مظلوم ہیں! زخمی ہیں! مقتول ہیں! ــــ ظالم کا ظلم سہنا! اور مُنہ سے اُف نہ کہنا! بڑی فضیلت ہے! شکایت نہ کرو! بیٹی! صبر کرو! ــــ صبر!!

خوب چہر۔ امی جان! میری عُمر کی لڑکی پیار اور شفقت کی محتاج ہو جاتی ہے ہائے! ذرا سوچیئے تو! جب میرا باپ ہی مجھ سے محبّت نہیں کریگا تو اور کون کرے گا ــــ؟

مہرو۔ بیٹی! تم جانتی ہو کہ تمہاری ماں میری بہن کے برابر تھی! بیچاری نے مرتے وقت تمہیں میرے سپرد کیا تھا! میں تم سے اپنی بیٹی کی طرح محبّت کرتی ہوں! اپنی اولاد کی جگہ سمجھتی ہوں! تم بھی مجھی کو اپنی ماں سمجھو! یوں سمجھو کہ میں ہی تمہاری ماں ہوں! اگر تم پیار محبّت کی بھوکی تھیں! میں تم سے اس درجہ پیار محبّت کرتی رہی ہوں

کہ کسی ماں نے شاید ہی اپنی اولاد سے کیا ہوگا! میری بیٹی! تم ماں کی محبّت سے محروم نہیں ہو! اِدھر دیکھو! تمہاری ماں موجود ہے!

خوب چہر۔ (بے اختیار ہو کر مہرو سے لپٹ جاتی ہے) بے شک! بے شک! آپ میری ماں کے برابر ہیں! جو شفقت کہ آپ ہمیشہ سے مجھ پر کرتی رہیں! اُسے مَیں کبھی نہیں بھول سکتی!

مہرو۔ (متاثر ہو کر) آہ! بیٹی! جس طرح تم پیار محبّت کی محتاج ہو! اُسی طرح مَیں بھی ہوں! پہلے میں تمہاری جگہ ایک بیٹے کی! آہ! ایک خوبصورت بیٹے کی ماں تھی! مگر ـــــ ہائے! تقدیر پھوٹ گئی! میرا چاند سا لڑکا مجھ سے جُدا کر لیا گیا! خیر! اب مَیں اُس کی جگہ تمہی کو اپنا بیٹا سمجھوں گی! سمجھتی ہوں!!

(خوب چہر کو بغل میں لے کر روتی ہے)

خوب چہر۔ آہ! تو آپ مجھ سے زیادہ بدنصیب ہیں!

مہرو۔ ظالم کا ظلم کس کا کلیجہ ٹھنڈا کر سکتا ہے ـــــ؟ ......

آؤ! میری بیٹی! اندر چلیں!

(بائیں طرف سے جانے لگتی ہے)

خوب چہر۔ آئی! امی جان! ابھی آئی! آپ چلیئے!

(مہرو چلی جاتی ہے۔ خوب چہر کھڑکی کے پاس پہنچ کر رُک جاتی ہے)

دسواں نظارہ

(خوب چہر — تنہا)

خوب چہر۔ ہائے اللہ! مجھے یہ کیا ہوگیا؟...... کچھ دنوں سے میرے دل میں ایک عجیب سا جذبہ پیدا ہوگیا ہے! اس طرح کہ زرا کسی نے کوئی وحشتناک بات کہی —— اور میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ، آنسو نکل پڑے! میرے اللہ! یہ کیسی خلش ہے! جو اُس نے میرے سینہ میں پیدا کر دی ہے! ہائے! کیا مَیں اُس سے محبّت کرتی ہوں؟......... افسوس! یہ محبّت ناگن بن کر میرے دماغ کو ڈس لے گی! جلّاد بن کر میرا خون بہا دے گی!...... اگر کبھی اُس کو معلوم ہوگیا کہ مَیں ایک غلام کو دل دے بیٹھی ہوں تو کس کو شُبہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کی بھی مُہلت نہ دیگا اور مجھے جلّادوں کی خونخوار تلواروں کی بھینٹ نہ چڑھا دیگا ——؟ .... آہ! یہ محبّت! چھپانے کی! دل میں رکھنے کی چیز ہے!..... کسی کو معلوم نہ ہونی چاہیئے!......... مگر افسوس! مَیں اسے چھپا نہیں سکتی! وہ میری صُورت سے! میری آنکھوں سے چھلکی پڑتی ہے! مَیں اُسے ہر وقت اپنے سامنے پاتی ہوں! اور اس طرح! کہ اپنے آپ کو بالکل بھول جاتی

ہوں!

عشق کہتے ہیں جسے وہ یہی ہوگا شاید!
خود بخود دل میں ہے اِک شخص سمایا جاتا!! (اکبر)

میرے جسم میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے! میری آواز میرے حلق میں آکے رُک جاتی ہے! میری گویائی زخمی ہوجاتی ہے! ......

آہ! نہیں! نہیں! مجھے اُس کو بُھلا دینا چاہیئے! اُس کی محبّت کو دل سے مٹا دینا چاہیئے!

ایک بادشاہ کی لڑکی ایک غلام کو پانے کی کیا اُمید کرسکتی ہے؟ آہ! میں ضحاک کی لڑکی! وہ غریب ایک چرواہے کا لڑکا! میرے باپ کا ادنیٰ غلام! .... آہ! میں یہ کیا کہہ رہی ہوں؟ کیا میں اُس سے بہتر حیثیّت رکھتی ہوں؟ کیا وہ مجھ سے کمتر درجہ رکھتا ہے؟ وہ! ...... نہیں! نہیں! وہ ایک فرشتہ ہے! ایک مُقدّس فرشتہ! اور میں! ...... میں صرف ایک ظالم و جابر انسان کی لڑکی ہوں! آہ! وہ تو ایک دیوتا ہے! ایک دیوتا! جسے میں پوجے بغیر نہیں رہ سکتی! .... میں اُس سے کیوں کوئی امید نہ رکھوں؟ کیا اس دنیا میں کوئی ہے؟ جو اس پر کوئی فوقیت رکھتا ہو؟ آہ! کیا یہ دنیا اس کا کوئی ثانی پیدا کرسکتی ہے؟ کیا میں اُس کی محبت کے قابل ہوں؟ .... افسوس میں کیا کہہ رہی ہوں؟ ...... یہ باتیں! میرا دل کہتا ہے!

مگر میرا باپ! میرا باپ کس فکر میں ہوگا؟ .... کس طرح؟
.... میرے باپ کی نظروں میں وہ زرا بھی وقعت
نہیں رکھتا! ...... یہ کیا بات ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی!
.... بعض لوگ جو اپنے دل میں کسی نہ کسی قسم کا حُسن
رکھتے ہیں! اکثر لوگوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہوتے ہیں!
اور بعض آدمی جو قُدرت کے ہر ایک حُسن سے محروم ہوتے ہیں،
نہایت مُعزز سمجھے جاتے ہیں! .... کل کلا کو اگر
میرے باپ نے .... اگر کچھ ...... حکم دیدیا تو میں
کیا کروں گی؟ میں اُسے کیونکر چھوڑ سکوں گی؟ کیا تدبیر ــــ؟
آہ! میں بدنصیب! آہ! ...... آزاد نہ ہونا! قید ہونا!
کیسی لعنت ہے ــــ؟ جس متنفس کے دلی جذبات کی باگ
اُس کے اپنے ہات میں نہ ہو اُس سے زیادہ بدنصیب دُنیا میں
کون ہوسکتا ہے؟ کاش کے! میں ایک کسان کی! ایک چرواہے کی!
ایک فقیر کی لڑکی ہوتی!! اور میرا ایک ایسا باپ ہوتا جو ہمیشہ
میری آرزوئیں پُوری کرتا ــــ! (کچھ دیر سوچنے کے بعد)
چھوڑنا! ...... آہ! نہیں! .... نہیں! ...... یہ
مجھ سے نہ ہوگا ...... اُس کو چھوڑنا! اس دُنیا کو چھوڑنا!
اس زندگی کو چھوڑنا ہے!! .... نہیں! ......
نہیں! ...... اس کے بغیر دنیا ...... غم ......

زندگی کا کیا مزہ آسکتا ہے ـــــ ؟ (پاؤں کی چاپ سُنائی دیتی ہے)
آہ! .... وہی معلوم ہوتا ہے! .... (دونوں ہاتوں سے دل تھامتے ہوئے) وہی ہے! میرا دل سینہ سے باہر نِکلا پڑتا ہے ...... یقیناً وہی ہے! (پرویز داخل ہوتا ہے) آہ!

(اپنے آپ کو ایک طرف ہٹا لیتی ہے۔ اس حال میں کہ تمام جسم کانپ رہا ہے۔ آنکھیں جُھکی ہوئی اور فرش سے لگی ہوئی ہیں۔ دُزدیدہ نظروں سے پرویز کی طرف دیکھتی ہے)

گیارھواں نظارہ

(پرویز ــــــ خوب چہر)

پرویز۔ (اندر داخل ہوتے ہی خوب چہر کو دیکھ کر، ٹھٹھک کر اپنے آپ)
آہ! ...... وہ یہاں ہے! ...... تنہا! .... (پلٹ کر جانا چاہتا ہے) مگر نہیں! ...... ٹھیرنا چاہیئے! ....
کچھ دیر یہیں ٹھیرنا چاہیئے! (خوب چہر کی طرف دیکھتے ہوئے)
آہ! ایک دفعہ بھی سر اُٹھا کر میری طرف نہیں دیکھتی! ....

خوب چہر۔ (اپنے آپ) آہ! .... اسکے سامنے مجھسے ٹھہرا نہیں جاتا کیسی قابل برداشت تکلیف ہے
کیا چلی جاؤں (جانے لگتی ہے مڑ کر دزدیدہ نگاہوں سے پرویز کیطرف دیکھ کر اپنے آپ) جانیکو

بھی دل نہیں چاہتا۔ آہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے . . . ؟

پرویز۔ (اپنے آپ) کچھ بات کروں ــــ ؟ . . . . . مگر مجھ سے اتنی جرأت ہو بھی سکے گی ــــ ؟

خوب چہر۔ (ایکمرتبہ اور پرویز کی طرف دیکھکر اپنے آپ) نہیں! آہ! مجھ سے نہیں ٹھیرا جاتا! . . . . چلوں!!

(جاتے ہوئے پھر ایک بار پرویز پر نظر ڈالتی ہوئی بائیں طرف سے چلی جاتی ہے)

بارھواں نظارہ

(پرویز ــــ تنہا)

پرویز۔ (مایوسی کے عالم میں اُس کھڑکی کی طرف دیکھکر جس میں خوب چہر گئی ہے! اپنے آپ) گئی! (کچھ دیر کھڑکی کی محراب کی طرف حیرت سے نظر جما کر) اس کی حالت میں بھی ایک بات نظر آتی ہے! . . . . میری طرف تیز نظر سے نہیں دیکھتی! . . . . . . جس جگہ میں ہوتا ہوں وہاں نہیں ٹھیرتی! . . . . . اور تعجب تو یہ ہے مجھے حقارت سے نہیں دیکھتی! . . . . . نہیں! . . . آہ! مجھے ایسا خیال نہیں کرنا چاہئے! ــــ میری حالت اُس ذرہ کی سی ہے جو آفتاب کو دل دے بیٹھے! آہ! . . . .

. . . . (کچھ گنگناتا ہے) ؎

دنیا میں تیرے . . . . عشق کا چرچا . . . . کرینگے! . . . . . !

دُنیا میں ترے عشق کا چرچا نہ کرینگے!!   مرجائیں گے! لیکن تجھے رسوا نہ کرینگے!!

مرجائینگے!.... مرجائینگے.... لیکن.... تجھے رسوا.... نہ کریں گے!

قربان کرینگے کبھی دل! جاں کبھی صدقے!   تم اپنا بنا لوگی! تو کیا کیا نہ کرینگے؟!

کیا کیا نہ کرینگے!.... ہاں!.... تم اپنا بنا لوگی تو کیا کیا نہ کرینگے؟!

کعبہ ہو کہ بتخانہ! کسی سے نہیں مطلب!   ہم تیرے سوا غیر کو سجدہ نہ کرینگے!

ہیں اتنے وفا خو کہ ترے عشق سے ہم کو!   روکیگی خدائی بھی تو پروا نہ کرینگے!

پروا نہ کریں گے!........

دُنیا میں ترے! دُنیا میں عشق کا چرچا نہ کرینگے!!......

(فرہاد دائیں طرف سے گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے)

تیرھواں نظارہ

(پرویز ــــــ فرہاد)

فرہاد۔ بیٹا! یہاں کیوں کھڑے ہو ــــ؟ جاؤ! جاؤ! یہاں سے جلد چلے جاؤ!... بس وہ ابھی ابھی باہر آنے والا ہے!!

پرویز۔ بہت اچھا ابّا جان!

(بائیں طرف سے چلا جاتا ہے)

چودھواں نظارہ

(فرہاد ــــــ تنہا)

فرہاد۔ (اپنے آپ) خواب!! .... ایک خواب!! .... مگر کیسا عجیب خواب ہے؟؟ جس سے ظالم کو اس قدر اضطراب ہے!؟ ......
آہ! خدا کرے بندگانِ خدا کے حق میں باعثِ خیر ہی ثابت ہو! (دہنی طرف جاتا ہے) موبدوں کو بلایا ہے کہ تعبیر بتلائیں! ....
مزاجداں درباری! .... اور ظالم بادشاہ! ...... کیا تعبیر بیان کی جائیگی ــــ؟ دیکھئے!

(دائیں طرف سے چلا جاتا ہے۔ اسکے جاتے ہی بائیں طرف سے ضحاک، مضطرب اور حواس باختہ داخل ہوتا ہے! پیچھے پیچھے چند خادم اور عصا بردار ہیں۔ پرویز بھی اپنا عصا سنبھالے پُر وقار انداز میں ساتھ ہے)

پندرھواں نظارہ

(ضحاک ــــ نوکر ــــ پرویز)

ضحاک۔ (تخت پر بیٹھکر اپنے آپ) آہ! کیسا عجیب خواب!! کس قدر

مہیب خواب !! .... نہیں ! ...... یہ خواب بے معنی نہیں ہوسکتا ! ...... یقیناً میں دُشمنوں کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہوں ! ..... ہاں ! ہاں ! دُشمنوں ! غدّاروں میں گھرا ہوا ہوں ! .... مگر ... جب تک وہ مجھپر قابو پائیں ! میں انہی کا خاتمہ کردونگا !

(قحطان دائیں طرف سے داخل ہوکر ضحاک کے قریب آتا ہے ۔ اور زمین پر سجدہ کرکے ادب سے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوجاتا ہے)

سولھواں نظارہ

(پچھلے افراد —— قحطان)

ضحاک۔ سب کام ٹھیک ہوگیا —— ؟

قحطان۔ حضور کے فضل سے سب کچھ ہوگیا !

ضحاک۔ ہماری سلطنت میں کوئی جمشید کا پیرو تو باقی نہیں رہا —— ؟

قحطان۔ جہاں جہاں جمشید کے عبادت خانہ تھے ! مسمار کردیئے گئے ہیں ! اور اب اُن کی جگہ ہمارے معبودوں کی پرستشگاہیں نظر آتی ہیں ! ..... ہر ایک شخص کو مجبور کیا گیا ہے وہ اب سے ان پرستش گاہوں میں عبادت کیا کرے ! آج فارس کے تمام شہروں میں ہمارے معبودوں کی پرستش ہورہی ہے مگر ...... !

ضحاک۔ مگر کیا —— ؟

قحطان۔ حضور! کوہستان کے چرواہے! دیہات کے کاشتکار! اور جنگلوں کے خانہ بدوش بدوی اب تک جمشید کے مذہب پر قائم ہیں!

ضحاک۔ (غصہ سے) کیا کہا ——؟ جمشید کا مذہب باقی ہے اور وہ اسپر قائم ہیں؟؟ .... آہ! یہ ہے اُس خوفناک خواب کی تعبیر ——!!

قحطان۔ عالی جاہ!!

ضحاک۔ نہیں! نہیں! میری قلمرو میں، جمشید کا ایک پیرو بھی زندہ نظر نہیں آنا چاہیئے!!

پرویز۔ (اپنے آپ) الٰہی تیری پناہ!

ضحاک۔ قحطان! یہ تیرا فرض تھا کہ تو دُنیا سے جمشید کے مذہب کا نام نشان مٹا کر واپس آتا!

قحطان۔ حضور! سب نہیں چھوڑتے!! ......

ضحاک۔ سب نہیں چھوڑتے!! اسی لئے تو تجھے بھیجا گیا تھا! کیا ہم نے حکم نہیں دیا تھا کہ جو لوگ جمشید کا مذہب نہ چھوڑیں اُن کو سزا دینا!!

قحطان۔ بے شک! عالی جاہ! مَیں سزا دیتا! مگر میرا زور نہیں چلا! جو مختصر فوج کہ میرے ساتھ تھی! اس کام کے لئے کافی نہ تھی! پھر ستم یہ تھا کہ میرے سپاہیوں کا ذخیرہ خوراک ختم ہو گیا تھا! اور وہ اکثر بھوکے رہتے تھے!!

ضحاک۔ کیسی عجیب بات!! .... میری سلطنت میں اور میری ہی فوج

بھوکی رہے! کیا مالگزار مر گئے تھے؟؟..... آخر فوج کیوں بھوکی رہی؟.... کیا تم جس گاؤں میں پہنچتے، وہاں سے جو چیز چاہتے نہ لے سکتے تھے ــــــ؟

قحطان ـ حضور! اس صورت میں گاؤں والے فسا د کرتے ہیں!......
آئندہ زیادہ فوج ساتھ رکھوں گا!

ضحاک (غضبناک ہو کر) دوبارہ کیوں بکتا ہے؟ تو جانے اور تیری فوج جانے!...... اس کی ضروریات پوری کرنا تیرا فرض ہے!.... دیکھو! کان کھول کے سن لو! کہ مَیں اپنی سلطنت میں جمشید کے ایک پیرو کو بھی زندہ نہیں دیکھنا چاہتا ــــــ! سمجھے! تمہیں ہمارے معبودوں کی عبادت کو، پھیلانا چاہیئے! کیونکہ آج میرا تختِ شاہی پر نظر آنا! انہی کی بخشش کا نتیجہ ہے ــــــ!

قحطان ـ عالی جاہ .....

ضحاک (بات کاٹ کر) دیکھو! ہم زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے! تمہیں دو گھڑی کی مُہلت دیجاتی ہے! جاؤ! کوئی مناسب تدبیر سوچو! اگر تم نے فوراً کوئی صُورت نِکال لی! تو تمہیں اِنعام دیا جائیگا! ورنہ تمہارا سر گردن سے .....

قحطان ـ (سر سے پاؤں تک لرز کر) آہ! (ضحاک کے قدموں پہ گر کے) حضور! حضور!

ضحاک ـ فضول وقت ضائع نہ کرو! فوراً جاؤ اور بندوبست کرو!

...... ہم نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے! ......
موبد آنے والے ہیں! تعبیر بتلائیں گے! .... اُس وقت تک تم بھی
کوئی اِنتظام کر کے آجاؤ گے! اگر تم کوئی تدبیر نہ سوچ سکو تو
جلاّدوں کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتے آنا! قحطان کانپ اُٹھتا ہے)
اور اگر تم نے کوئی عِلاج سوچ لیا تو ہم تمہیں اپنی دامادی کا شرف
بخشیں گے!

پرویز۔ (حیرت و اضطراب کے مارے سراسیمہ ہو کر اپنے آپ) کیا؟ داماد
؟.... اِس کو؟؟؟ ———

قحطان (حیرت آمیز خوشی کے جوش میں اپنے آپ) کیا؟ دامادی کا شرف؟؟
..... مجھ کو؟؟ آہ ——!

ضحاک۔ جلد جاؤ!..... کوئی تدبیر سوچو!

قحطان۔ جو حکم! (ضحاک کے قدموں کے آگے جُھک کر اور زمین کو بوسہ
دیکر باہر جاتے ہوئے اپنے آپ) آہ! ...... ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پُوچھیئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جائے!!

یہ بات تو میرے شان گمان میں بھی نہ تھی —— اخوب چہر!....
خوب چہر سے شادی کرنا!.... آہ! اُس کے سامنے تو مرنا بھی
دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے!..... آہ!..... کچھ دنوں بعد
یا خوب چہر کے آغوش میں مزے کی نیند آئے گی!.... یا جلاّد کی

خوفناک چھری موت کا پیغام سنائیگی!!!.... غیرت ـــــ !!!

(وائیں طرف سے باہر جاتا ہے)

سترھواں نظارہ

(تپچھلے افراد ـــــ (قحطان کے سوا)

ضحاک۔ (اپنے آپ) بے شک! اس شخص نے میری بہت خدمات انجام دی ہیں! اگر اس نے یہ مہم سر کر لی! تو میں ضرور اسے اپنا داماد بناؤں گا! اس کو اپنی لڑکی دونگا!..... اور..... اگر اس نے کچھ نہ کیا! اور کہا کہ مجھ سے یہ خدمت نہیں ہو سکتی تو میں اس کا سر اڑا دونگا!.... اور پھر.. ..... اس کی جگہ جس شخص کو مقرر کروں گا اور جو اس کے فرائض بخوبی انجام دے سکے گا! وہ میرے پاس ہے!..... میں اُس کو جانتا ہوں! وہ بہت موزوں شخص ہے!..... مگر یہ خواب....؟ آہ!....

(فرہاد دائیں طرف سے داخل ہو کر کھڑکی کے قریب ہی زمین کو بوسہ دیتا ہے)

اٹھارھواں نظارہ

(تپچھلے افراد ـــــ فرہاد)

ضحاک۔ مویدا بھی تک نہیں آئے ـــــ؟

فرہاد۔ حاضر ہیں عالی جاہ!

ضحاک۔ فوراً بُلاؤ!

فرہاد۔ جو حکم!

(باہر جاتا ہے اور پھر چند موبدوں کے ساتھ واپس آتا ہے۔ موبدوں کا لباس سیاہ، جبے بلند، اور گیسو طویل ہیں، ہاتھوں میں لانبے لانبے عصا ہیں موبد زمین کو بوسہ دے کر کھڑے ہو جاتے ہیں)

انیسواں نظارہ

(پچھلے افراد ——— موبد)

ضحاک۔ اے میرے معبودوں کے خاص پرستارو! تم ہمارے معبودوں کے سایۂ عاطفت میں، تمام ظاہری و باطنی رموز و اسرار سے واقف ہو!

موبدوں کا پیشوا۔ ولی نعمت! ارشاد فرمائیے! جو حکم ہوگا! ہم اپنے مقدس کے فضل و کرم سے اس کی تعمیل میں کوشش کریں گے!

ضحاک۔ مَیں نے رات کو ایک نہایت ہولناک خواب دیکھا ہے!

تمام موبد۔ (ہم زبان ہوکر) خیر ہے! معبودوں نے چاہا تو!

ضحاک۔ خیر ہی تو نظر نہیں آتی! اگر معبودوں نے ہی خیر کی تو ...... دُوسری بات ہے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) انشاء اللہ! بندوں کے حق میں ضرور کوئی خیر کی

بات ہی ہو گی!

ضحاک۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک چرواہا ہوں! پہلے میرے پاس دس پندرہ بکریاں تھیں! پھر بڑھتے بڑھتے کئی ہزار ہوگئیں! میرا ایک بہت ہی وفادار کتا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا! "جب تیرے پاس دس پندرہ بکریاں تھیں تو تو مجھے روٹی دیتا تھا! اب تو تو اتنی بکریوں کا مالک ہے! کیا اب بھی صرف روٹی ہی ملے گی! گوشت نہیں دے گا! یا تو مجھے گوشت دیا کر! ورنہ میں تیرے گلّے کی حفاظت نہیں کرونگا! اور بھیڑیا آکے ان سب کا خاتمہ کر دے گا! ...... میں نے یہ خواب دیکھا ہے! اس میں بہت سے معانی پوشیدہ ہیں! غور کرو! اور اسکی سچی تعبیر بتلاؤ ...... اس خواب نے مجھے ڈرا دیا ہے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) دیکھیں خوشامدی موبد! اس معاملہ کس قدر سچ کہتے ہیں؟ اور کس حد تک مزاجدانی برتتے ہیں ——؟

موبدوں کا پیشوا۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) عالیجاہ! اگر اجازت مرحمت ہو تو جو کچھ بندگانِ عالی کو کشف ہوا ہے! اُسکی تعبیر عرض کیجائے!

ضحاک۔ جلد کہو! (اپنے آپ) اگر اس نے غلط کہا تو سب پہلے اسی کا سر قلم کیا جائیگا!

موبد۔ حضور! یہ ہمارے معبودوں کی طرف سے ایک شکایت ہے! وہ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضور! جزیرۃ العرب میں ایک مختصر سی جماعت کے حاکم تھے! ہمیں بکریوں کا مغز کھانے کو ملتا تھا! اب

کہ حضور فارس کی سی عظیم الشان سلطنت کے شہنشاہ ہیں!
بکریوں کا مغز کھلانا حضور کے شایانِ شان نہیں! جب حضورِ والا!
کے قبضۂ قدرت میں اتنے آدمیوں کی جانیں ہیں تو کیا وجہ ہے
کہ ہمیں آدمیوں کا مغز کھانے کو نہ دیا جائے ۔۔۔۔؟
(فرہاد حیرت بھری نگاہوں سے موبدوں کی صورت دیکھتا ہے)

ضحاک۔ تعجب!! کیا یہ تعبیر صحیح ہے؟

موبدوں کا پیشوا۔ غلام کو تو یہی الہام ہوا ہے ۔۔۔!

ضحاک۔ (دوسرے موبدوں سے) تمہاری کیا رائے ہے؟

دوسرے موبد۔ خانہ زادوں کا بھی یہی خیال ہے!

فرہاد۔ (غیظ و غضب سے اپنے آپ) آہ! ملعونو! بے ایمانو!

ضحاک۔ اب کیا کرنا چاہیئے؟

موبدوں کا پیشوا۔ خواب کے حکم کی تعمیل ہونی چاہیئے!

ضحاک۔ بہت خوب! ...... مگر ......
(قحطان دائیں طرف سے داخل ہوتا ہے)

بیسواں نظارہ

(تچھلے افراد ۔۔۔۔ قحطان)

ضحاک۔ (قحطان سے) آہا! ادھر آؤ! ما بدولت نے تمہارے لئے ایک

نئی خدمت تجویز کی ہے! ..... مگر پہلے یہ تو بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کر آئے ——؟ اگر کوئی مناسب تدبیر سوچ لی ہے تو انعام موجود ہے! اور اگر ناکام آئے ہو تو جلاّدوں کا ساتھ نہ لانا، ناقابل معافی حماقت ہے!

پرویز۔ (اپنے آپ) خدا نے چاہا تو کوئی تدبیر نہ کر سکا ہوگا!

قحطان۔ عالی جاہ!! .....

ضحاک۔ نہیں کر سکے؟ یہی بات ہے؟ .....؟

قحطان۔ (جس کا خوشی کے مارے سانس پھول رہا تھا) سب کچھ! حضور! سب کچھ!!

ضحاک۔ کس طرح؟

قحطان۔ حضور! کل ایک نئی فوج بھرتی کروں گا! جس کو نہ تنخواہ دی جائیگی نہ خوراک! اس فوج کو کوہستانوں، اور دیہات میں منتشر کر دیا جائیگا! یہ لوگ جہاں کہیں، جمشید کے کسی پیرو کو پائیں گے، اُن کے مویشی چھین لیں گے! .... یہ مال غنیمت، ان کی تنخواہ اور خوراک کا کافی نعم البدل بھی ہو جائیگا اور ان کی معاش کا ذریعہ بھی! ......

حضور! کسانوں کو سیدھا کرنے کے لئے اس سے اچھی کوئی سزا نہیں ہو سکتی! یہ لوگ اسی سے ڈرتے ہیں! میرا خیال ہے کہ بعض بعض تو فوج والوں کی شکل دیکھتے ہی، جمشید کا مذہب چھوڑ دیں گے! اور ہمارے معبودوں کی عبادت کرنے لگیں گے!

فرہاد۔ (غصہ سے اپنے آپ) آہ! او پلید کُتّے!!

ضحاک۔ (موبدوں سے) اچھا تو اب اُس حکم کی تعمیل کس طرح ہو گی؟

موبدوں کا پیشوا۔ حضور! اس میں کون سی دقت کی بات ہے؟ جس طرح پہلے ہمارے معبودوں کو روزانہ دو بکردں کا مغز کھلایا جاتا تھا! اُسی طرح اب دو لڑکوں کا سر کاٹ کر اُن کا مغز کھلایا جائیگا!

فرہاد۔ (غصہ اور بے بسی کے عالم میں اپنے آپ) آہ! او ملعونو!

پرویز۔ (اپنے آپ) الٰہی تیری پناہ!

ضحاک۔ مگر یہ لڑکے کہاں سے آئیں گے ـــــ؟

قحطان۔ رعایا سے لئے جائیں گے! حضور! خاصکر وہ لڑکے جو جمشید کے مریدوں کی اولاد ہیں!

فرہاد۔ (اپنے آپ) او میرے خدا! او جمشید کے خدا! کیا تو مجھے اس دُنیا میں اِنتقام کا مزہ چکھنے سے محروم رکھے گا ـــــ؟

ضحاک۔ تمام!

موبد۔ بجا! درست!

ضحاک۔ اِن قربانیوں کا اِنتظام فرہاد کے سپرد کیا جاتے!

فرہاد۔ (گھبرا کر اپنے آپ) میرے سپرد؟؟؟ ۔۔۔۔ الٰہی خیر! الٰہی تیری پناہ!! ۔۔۔۔۔۔ مگر ۔۔۔۔۔۔ مگر اُس مقصد! آہ! اُس فرض کی خاطر مجھے یہ بھی گوارا کرنا پڑیگا!

ضحاک۔ سمجھے فرہاد؟

فرہاد۔ جو حکم حضور! (اپنے آپ) او میرے خدا! ظالم کے ظلم کا کبھی خاتمہ بھی ہوگا؟؟

ضحاک۔ (جانے کے ارادہ سے کھڑا ہو کر) موبدو! میں تمہارا بہت ممنون ہوں! معبود تمہاری حفاظت کریں! (موبد شکریہ کے طور پر سر جھکا لیتے ہیں)

قحطان۔ (اپنے آپ) کیا اپنا وعدہ بھول گئے؟

ضحاک۔ قحطان! میں نے تمہاری تدبیر بہت پسند کی! اس پر بہت جلد عمل درآمد ہونا چاہیئے! میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا!

پرویز۔ (اپنے آپ) آہ!

قحطان۔ (زمین بوسی کے بعد) عالی جاہ!!

ضحاک۔ (موبدوں سے) کل آپ لوگ یہاں تشریف لائیں! میری لڑکی کی قحطان کے ساتھ شادی کی رسم ادا ہوگی!

(بائیں طرف چلا جاتا ہے۔ پرویز کے سوا تمام خادم ساتھ چلے جاتے ہیں)

موبد۔ جو حکم! حضور!

(موبد قحطان کے ہمراہ دائیں طرف سے باہر چلے جاتے ہیں۔ پرویز دیر تک مُردہ کی طرح دیوار کے سہارے کھڑا رہتا ہے)

اکیسواں نظارہ

(فرہاد ـــــ پرویز)

فرہاد۔ (پرویز کے پاس آ کر) بیٹا! تم ساتھ کیوں نہیں گئے؟......

یہاں اس طرح کیوں کھڑے ہو؟ ..... پرویز!!

پرویز۔ (کچھ ہوش اور کچھ بیہوشی کے انداز میں بے اختیار فرہاد کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زار قطار روتے ہوئے) ہائے!......
اَبّا جان!!.... اَبّا جان!!.... مَیں مرمٹا!.... آہ! اب مَیں زندہ نہیں رہ سکتا!......

فرہاد۔ (ایک عجیب و غریب اضطراب سے) بیٹا؟!!.... (اپنے آپ) اے عالم الغیب!!.... یہ کیا مُصیبت ہے؟

پرویز۔ اَبّا جان! مجھے ہلاک کر دیجئے! یا اس جگہ سے نجات دلایئے!......
یہ جگہ اَب روز بروز ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے!......
چھوڑیئے! مَیں جاتا ہوں!...... اگر مَیں اُسے بُھلا سکا!
...... اور اگر مَیں اُسے نہ بُھلا سکا؟؟ (مایوسی سے) مگر ایک عِلاج ہے!! ایک آخری عِلاج!

فرہاد۔ بیٹا!...... (اپنے آپ) کیسی عجیب حالت؟..... افسوس!
میری ساری عُمر کی محنت اکارت جائیگی!...... (بلند آواز سے)
بیٹا!..... کیا بات ہے؟.... تمہیں کیا ہو رہا ہے؟

پرویز۔ (مایوسی کے عالم میں روتے ہوئے) نہیں ٹھیر سکتا! ایک لمحہ کے لئے نہیں ٹھیر سکتا!.... آہ! اَبّا جان! اب مَیں یہاں نہیں ٹھیر سکتا!
...... مَیں اپنی آنکھوں سے کبھی نہیں دیکھ سکتا......!

فرہاد۔ کیا؟ بیٹا! تم کیا نہیں دیکھ سکتے؟؟

پرویز۔ غیر کے ساتھ! ..... ہائے! غیر کے ساتھ جانا!

فرہاد۔ (بے چین ہو کر) کیا کہتے ہو؟ بیٹا! میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا!

پرویز۔ محبت کرتا ہوں! ..... آہ! آبا جان! اب میں نہیں چھپا سکتا!
..... محبت! ..... آہ! میں خوب جی بھر سے محبت کرتا ہوں! .....

فرہاد۔ (انتہائی یاس سے) انصاف!! انصاف!!

(دونوں ہاتوں سے سر پکڑ کر ایک طرف ہو کر کچھ سوچتا ہے)

پرویز۔ (فرہاد کے پاس جا کر) آبا جان! میں نے جو کچھ کہا! ..... یہ ایک جنون ہے! ..... ہاں! ایک جنون! ..... آہ! ایک غلام! ایک چرواہے کا لڑکا!! ..... اور ایک شہزادی سے محبت!!! ..... یہ کیسی جسارت! ..... کس درجہ گستاخی ہے؟؟ .....

فرہاد۔ (مایوسی سے سر نیچا کر کے اپنے آپ) ایک غلام؟؟ ..... ایک چرواہے کا لڑکا؟؟ ..... انصاف! انصاف!!

پرویز۔ (دیوانہ وار) آبا جان! آبا جان! میں نے بے اختیار اُس سے محبت کی ہے! ..... آہ! میں اُس کی اور اپنی حیثیت جانتا تھا!
..... اسی لئے میں نے اپنے دل میں اُس کی طرف سے کسی اُمید کو جگہ نہیں دی! ..... میں تو محبت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا! کیونکہ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ بہرحال نا اُمیدی کے سوا کچھ نہیں! مگر .....
کیا کروں؟ دل پر قابو نہیں چلا! آہ! میں ضبط نہ کر سکا! .....
کیا کروں؟ ..... آبا جان! ہائے! ..... ان آنکھوں سے کیونکر

دیکھا جائیگا؟ کہ اُس پر ایک غیر شخص قبضہ .... نہیں! آہ!
نہیں دیکھا جا سکتا! .... مَیں نہیں دیکھ سکتا! .... چلا جاؤں؟
.... ابا جان! .... کیا مَیں یہاں سے چلا جاؤں — ؟ ....
کچھ کہیے! آہ! میرے لئے کچھ کہیے! .... یہاں سے چلا جاؤں
—— ؟ افسوس! ..... وہ ابا جان کا جھونپڑا!! ......
کیسی امن کی جگہ تھی؟ ...... الٰہی! تیری پناہ! .... آہ! مجھے
وہیں پہنچا دیجئے! .... او خدا! .... اِنسان کو، چادر
دیکھکر پاؤں پھیلانے چاہئیں! .... آدمی کی بہتری! اپنے ہی
برابر والوں میں ..... اپنے ہی عزیزوں کے ساتھ رہنے میں
ہے! .... مَیں نے جب سے اپنے باپ کے جھونپڑے کو چھوڑا
ہے ..... نہ میرا دل قابو میں ہے! نہ میرا ذہن بجا ہے! .....
جاؤں؟ .... جاتا ہوں ....!

(جانے لگتا ہے)

فرہاد۔ (روک کر) ٹھیرو! .... تم بے اجازت نہیں جا سکتے! بیٹا!
.... فکر نہ کرو! .... میں نے ایک تدبیر سوچی ہے! .....
بس اب اُس کو بھلا دو! ...... اُس کو بھلا دو! اور رہو سہو!
.... کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا ——!

پرویز۔ اُس کو بھلا دینے کے بعد کیا خطرہ ہو سکتا ہے —— ؟ مگر آہ!
اُس کا بھلا دینا ہی تو مشکل ہے! (رو دیتا ہے)

فرہاد۔ (انتہائی یاس سے اپنے آپ) آہ! ..... یہ مجھ پر کیسی مصیبت آئی؟ ....
(پرویز سے) بیٹا! .... رو مت! میں تمہارے لئے اجازت لے لونگا! ..... گاؤں میں ایک دو مہینے رہنے سے یہ خیال مٹ جائے تو پھر چلے آنا ــــــ!

پرویز۔ (اپنے آپ) مٹ جائیگا؟ (دیوانوں کی طرح ہنسکر) نہیں! اب تو یہ قبر ہی میں جاکر مٹے گا! (بلند آواز سے) بہت اچھا! ..... گھڑی بھر ٹھیریئے! ..... میں یہاں سے چلا جاؤں گا ــــــ!

فرہاد۔ اچھی بات ہے! مگر ذرا ٹھیرو! ..... تم یہیں منتظر رہو! میں ابھی آتا ہوں! ..... اپنے آنسو تو پونچھ لو! ..... ذرا اچھی طرح بیٹھ جاؤ! کوئی کچھ خیال نہ کرے!

(دائیں طرف سے جاتا ہے)

بائیسواں نظارہ

(پرویز ــــــ تنہا)

پرویز۔ (گنگنا کر) ؎

زمانِ ہجر مٹے! دورِ وصلِ یار آئے! الٰہی اب تو خزاں جائے! اور بہار آئے!
ترے خیال کی بلینا بیاں، معاذ اللہ! کہ ایک بار کھلاؤں تو لاکھ بار آئے!
کسی کا شکوہ! عبث! یہ عاشق مانگ! اے دل! کہ اب ملے تو ہمیں اس قدر نہ پیار آئے!

ستم ظریفیٔ فطرت! یہ کیا معمّا ہے؟؟ کہ جس کلی کو بھی سونگھوں ہیں بوئے یار آئے!!

(دیوار کی طرف پشت کر کے، فرش مکٹکی باندھ کر گہری فکر میں ڈوب جاتا ہے)

پرویز۔ (اپنے آپ) میں نے کیا کیا کہ اس سے محبت کی؟ .... میں نے کیوں اس سے دل لگایا؟ .... آہ! اس دن کا تو خواب میں بھی خیال نہ تھا! .... میری صبح کی حالت اور اس وقت کی حالت میں کس قدر فرق ہے ــــ؟ ...... کس درجہ انقلاب ــــ! .... آہ! وہ اس کے باپ کا مقاکانہ حکم! .... وہ موبدوں کی شیطنت! ...... اور وہ قحطان کی ہولناک تدبیر .... آہ! فرار! ...... یہاں سے فرار! ...... فرار ہو جانا چاہئے! .... یہاں ایک سانپ ہے! .... ایک حسین و جمیل سانپ! ...... خوب چہر ...... دھوکا کھانے کی جگہ نہیں ہے!! ...... خوب چہر!! آہ! خوب چہر!! (زمین پر نظر جمائے ہوئے ہوئے) خوب چہر ـــــ!!

(خوب چہر بائیں طرف سے داخل ہوتی ہے)

تیسواں نظارہ

(پرویز ـــــ خوب چہر)

خوب چہر۔ (نعش کی سمت پاس آ کر چپ چاپ یہ ویرانہ حالت دیکھ کر آہ) اے

کیا ہو رہا ہے؟ یہ اس طرح کیوں کھڑا ہے؟ ..... نہیں! میں اسے اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتی! ..... آہ کیا ہو گیا ......
(پرویز کی طرف دو قدم چلکر پھر رک کر) خدایا! ..... میں اس کے پاس جانے کی جرأت نہیں کر سکتی! ..... میرے ہاتھ پیر کانپتے ہیں! ..... مگر الٰہی خیر! ..... اسے کچھ ہو گیا تو ....!
(ہمت کر کے تیزی سے پرویز کی طرف آکر کانپتی ہوئی آواز سے) پرویز!!
پرویز۔ (عالم وارفتگی سے چونک کر آنکھیں کھول دیتا ہے۔ کچھ دیر بعد خوب چہر کو دیکھکر) خو .... ب .... چ .... چہ .... ر!!
(قدموں پہ گر جاتا ہے)
خوب چہر۔ الٰہی خ! ..... الٰہی خیر!! ..... (پرویز کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے) پرویز!! ..... (یک بیک مضطرب ہو کر اپنے آپ کو ایک طرف کر کے) یہ کیا ہوا؟
پرویز۔ (نہایت رقیق لہجہ میں) معاف کرو! آہ! معاف کرو! ......
اب میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھونگا! اس لئے جرأت کر رہا ہوں! ...... ہاں! آج یہ آخری مرتبہ تمہاری صورت دیکھ رہا ہوں! .... آہ! اس میں میری کچھ خطا نہیں! ..... میں جانتا تھا کہ میں تم سے محبت کرنے کے قابل نہیں ہوں! ..... مگر ..... کمبخت دل پر قابو نہ پا سکا! اور ..... میں تم سے محبت کرتا رہا! ..... معاف کرو! ..... میں ابھی چلا جاؤنگا! تم پھر

کبھی یہ دُکھڑا نہیں سُنو گی! آہ! تم پھر کبھی مجھے یہاں نہیں دیکھو گی!
...... (جانے کا ارادہ کرتا ہے)

خوب چہر۔ (پرویز کے پیچھے جاکر) نہ جاؤ!! ..... پرویز!! .....

پرویز۔ (پلٹ کر خوب چہر کی طرف دیکھکر) نہ جاؤں؟؟ .....؟؟ ہیں!!!
(اپنے آپ) الٰہی یہ وہ خود کہہ رہی ہے! یا مَیں خواب دیکھ رہا ہوں
؟؟ ———

خوب چہر۔ (ایک لمحہ تک شرگیں نظریں جھکائے رہنے کے بعد) پرویز!
کیا تم سچ مچ مجھ سے محبّ ......؟؟

پرویز۔ معاف کرو! اب کبھی یہ صُورت دیکھنی نصیب نہیں ہوگی! اس لئے
مَیں نے اس قدر گُستاخی سے کام لیا۔ ...... (عاجزی سے)
للہ معاف کرو!!

خوب چہر۔ (بے چین ہوکر) پرویز! تم مجھے ایک آقازادی سمجھکر گفتگو نہ کرو!
مَیں تو تمہاری کنیز ..... آہ! ایک کنیز ہوں! .... ایک
پرستارہ! .....

پرویز۔ (حیرت سے) تم؟؟ .... تم؟؟ .... مجھ سے محبّت
...... ؟! تم! .... اللہ! کیا مَیں کبھی ایسا خیال کرسکتا
ہوں؟ ——— ؟

خوب چہر۔ ہاں! ہاں! پرویز! مَیں تم سے محبّت کرتی ہوں! ....
آہ! مَیں بغیر تمہارے زندہ نہیں رہ سکتی! ...... نہ جاؤ!

خدا کے لئے نہ جاؤ!!

پرویز۔ (بے اختیار ہو کر) آہ! ۔۔۔۔۔ یہ فقرہ! ۔۔۔۔۔ "مَیں تم سے محبّت کرتی ہوں!" ۔۔۔۔۔ "مَیں تم سے محبّت کرتی ہوں!" ۔۔۔۔۔ یہ جو تمہارے ہونٹوں سے نِکلا ہے! میری قسمت بدلنے کو کافی ہے! ۔۔۔۔۔ اَب مَیں ایک نہایت خوش نصیب فقیر ہوں! ۔۔۔۔۔ آہ! ۔۔۔۔۔ جاتا ہوں! (جانا چاہتا ہے)

خوب چہر۔ (پیچھے سے راستہ روک کر) کہاں جاتے ہو؟ پرویز! ۔۔۔۔ جب تمہیں مجھ سے محبّت ہے ۔۔۔۔۔ پھر کیوں جاتے ہو؟

پرویز۔ اِس لئے کہ مَیں مایوس ہو گیا ہوں!

خوب چہر۔ جب ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں! تو پھر مایوسی کیسی؟ ۔۔۔۔۔ پرویز ــــ؟

پرویز۔ اِس لئے کہ تم ایک بادشاہ کی نورِ نظر ہو!! اِس لئے کہ مَیں ایک چرواہے کا لڑکا ہوں!!

خوب چہر۔ پرویز! ہم پر صرف ہمارے دلوں کی حکومت ہے! تمہارے سر کی قسم! ۔۔۔۔۔ تمہارے سوا دُنیا میں کسی کا مُنہ نہ دیکھوں گی!

۵

کبھی فراق کے صدموں سے جی نہ ہارونگی!
تمام عمر! تری یاد میں گزاروں گی!!

پرویز۔ آہ! یہی تو نہیں ہو سکتا! .... یہی تو ناممکن ہے! .... آج تم ایک اور شخص سے منسوب کر دی گئی ہو! ..... اب تیں یہاں رہ کے کیا کرونگا! ..... آہ!!

خوب چہر۔ (بے اختیار گھبراکر) کیا کہتے ہو ——؟؟ .... الٰہی خیر! ...... کیا کہہ رہے ہو؟؟

پرویز۔ (خوب چہر کے پاس جاکر نہایت مایوسی سے) خوب چہر! تمہارے والد تمہاری ایک دوسرے شخص سے شادی کر دینا چاہتے ہیں! ہائے! کل تم قحطان کے سپرد کر دی جاؤگی!

خوب چہر۔ ظلم! ظلم!! .... انصاف! انصاف!!

(بیہوش ہوکر گرتی ہے۔ پرویز ہاتوں پر تھام لیتا ہے)

(پردہ گرتا ہے!)

دُوسرا منظر!

موہڈرں کے مندر ہیں ہیبت ناک سانپ لہراتے نظر آتے ہیں - بیچ میں ایک آہنی پنجرہ میں دُو زبردست ناگ بند ہیں - پنجرے کے چاروں طرف ریشمی جھالردار جڑاؤ پردے لٹک رہے ہیں - دیواروں پر سانپوں کی تصویریں بنی ہیں - دائیں بائیں طرف دُو کھڑکیاں ہیں - دائیں طرف کی کھڑکی سے قربانگاہ نظر آتی ہے - قربانگاہ کی دیوار پر زنجیر کے ساتھ بہت سے چھرے لٹک رہے ہیں - پردہ اُٹھنے پر پرویز اور خوب چہر کھڑے ہوئے، مایوس نظروں سے چھروں کی طرف دیکھتے نظر آتے ہیں -

پہلا نظارہ

(پرویز ——— خوب چہر)

خوب چہر - کچھ دیر بعد، ہماری گردن اس چھرے سے . . . .

پرویز - (گھبرا کر) کیا کہہ رہی ہو؟ . . . . . خوب چہر! تمہاری گردن اور یہ چھرا؟؟؟ . . . . . . کیا وہ تمہاری گردن اُڑانے کا حکم دے سکتا ہے؟ . . . . . اپنی لڑکی کی گردن کا؟؟ اپنی نورِ نظر کی گردن کا؟

خوب چہر۔ آہ! ..... تم نہیں جانتے! وہ اپنے حکم کو واپس لینے کا عادی نہیں ہے! .... جو بات اُس کی زبان سے نکل گئی! نکل گئی!! بس، پھر اُسے پتھر کی لکیر سمجھو! نوشتۂ تقدیر سمجھو! .... میں نے اُسے منظور نہ کیا تو کیا وہ زندہ چھوڑ دے گا ــــــ ؟؟

پرویز۔ آہ!

خوب چہر۔ کاش کہ ان موذی کیڑوں کی پہلی قربانی میں ہوں!

پرویز۔ (اپنے آپ) تعجب ہے! یہ بھی اِن سانپوں کی معتقد نہیں! .... (خوب چہر سے) کیا تمہارا اِن پر اعتقاد نہیں ــــ ؟

خوب چہر۔ ان ذلیل کیڑوں پر کس کا اعتقاد ہو سکتا ہے ــــ ؟ میں اپنی ماں کے مذہب پر قائم ہوں! جمشید کے مذہب پر!! ...... مگر اس سے کیا فائدہ ؟؟ آخر کار! چار ناچار! انہی ملعون کیڑوں کی بھینٹ چڑھائی جاؤں گی، جن سے میں اس قدر نفرت کرتی ہوں! ..... آہ! کچھ دیر بعد میرے سر کا مغز، انہی ہولناک جانوروں کی غذا ہو جائیگا!

پرویز۔ (وحشت زدہ ہو کر) کیا کہہ رہی ہو؟ خوب چہر! ..... آہ! کیا سچ کہہ رہی ہو؟؟ ..... تم! اور ان کی غذا ؟؟ ...... فریاد! فریاد! ــــ مگر نہیں! نہیں!

خوب چہر۔ پرویز! میں تمہیں مایوس کرنا نہیں چاہتی! مگر کیا کروں؟ مجبور ہوں! .... جاؤ! یہاں سے چلے جاؤ! تاکہ مجھے اور

میرے پیارے ارمانوں کو ذبح ہوتے نہ دیکھو! ۔۔۔۔ جاؤ! اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ!

پرویز۔ کیا کہتی ہو؟ خوب چہر! اللہ کی پناہ! مجھے بے موت مارنا چاہتی ہو ——؟؟

خوب چہر۔ پرویز! مَیں خود اپنی موت کی طلبگار ہوں! ۔۔۔۔ موت! آہ! موت! ہزار درجہ، اس سے بہتر ہے کہ مَیں اُس شخص سے شادی کروں! ۔۔۔ تم سے محبّت کرنے! اور تمہاری محبّت کو جانتے کے بعد، تم سے محروم ہو کر اُس کی، اُس ملعون کی بیوی بن جاؤں ——؟ نہیں! کبھی نہیں!

پرویز۔ (آہستہ) آہ! میرا سینہ پھٹا جاتا ہے! ۔۔۔۔۔۔ (بلند آواز سے) خوب چہر! ہماری اُمیدوں کی کامیابی، سراسر ناکامیابی ہے! تم میری قسمت میں نہیں! مَیں تمہیں نہیں پا سکتا! ۔۔۔۔۔۔ اِس لئے جاؤ! میری محبّت کو بھول جاؤ! بھلا دو! اور اپنے باپ کا کہا مانو!

خوب چہر۔ (وحشت بھری نظروں سے پرویز کی طرف دیکھتے ہوئے) کہا مانوں؟ ۔۔۔۔ اور تمہیں کھو دوں؟ ۔۔۔ واحسرتا!

پرویز۔ (ضبط کی کوشش کرتے ہوئے) مجھے بھول جاؤ! (روتے ہوئے)

خوب چہر! مجھے بھول جاؤ! ۔۔۔۔۔۔ مگر ایک بار ذرا پھر اسے دُہرا دو، وہ جو تم نے کہا تھا "مَیں تم سے محبّت کرتی ہوں"! ایک با

پھر کہو! اور بس! مَیں یہاں سے چلا جاؤنگا! .... چلا جاؤنگا!
...... میری زندگی کا مقصد اَب صرف تمہاری محبت میں جان
دینا ہے! .... اس کے سوا کچھ نہیں! ...... کہدو! کہدو!
بِللہ! ایک دفعہ پھر کہدو! "مَیں تم سے محبت کرتی ہوں!" ہائے! کہدو!
مَیں جا رہا ہوں! (ہاتھ پکڑ لیتا ہے)

خوب چہرہ- مَیں تمہیں بھول جاؤں؟ .... تم میری محبت میں جان دیدو!
...... مَیں اُسکی بیوی بھی بن جاؤں؟ پرویز ان کے قبضہ میں سانپ
بھی ہیں بھیڑیے بھی ہیں چلادبھی ہیں۔ مگر میرا دل، میرا دل ہے! اس پر
کسی دُوسرے کا حکم نہیں چل سکتا! وہ میری گردن اُڑا سکتے ہیں!
مگر زبردستی اُس کی بیوی نہیں بنا سکتے! .... میرا بدن ان ناپاک
جانوروں کو کھلایا جا سکتا ہے! مگر اُس میں سے تمہارا سودا نہیں
نکالا نہیں جا سکتا! .... مجھے اُمید نہیں کہ مَیں تمہیں پاسکونگی!
مگر جب تک زندہ ہوں! جب تک بدن میں جان باقی ہے! مَیں تمہیں نہیں
بھول سکتی! نہیں بُھلا سکتی! ...... مَیں ابتک اس خیال سے
ڈرتی تھی کہ کہیں تمہیں مجھ سے محبت نہ ہو! مگر یہ جاننے کے بعد کہ تم مجھ سے
محبت کرتے ہو! ..... آہ! ... فریاد! فریاد! .... پرویز!
مَیں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی! اگر آبا نے زندہ چھوڑ دیا تو تمہاری
یاد ہے اور مَیں ہوں! ..... اگر قتل کا حکم ہوا تو .... سمجھو نگی
کہ تمہاری محبت پر قربان ہوگئی! .... تم جاؤ! پرویز! .....

تم جاؤ! ..... اور ایک ایسی خوبصورت لڑکی سے محبّت کرو! جو میری
طرح قید نہ ہو آزاد ہو! (مایوسی سے روتی ہے)

پرویز۔ خوب چہر! میرے زخمی دل پر نمک نہ چھڑکو! تم نے اگر باپ کے حکم سے
صاف اِنکار کرنے کی ٹھان لی ہے تو مَیں یہی رہونگا! اگر تم پر خدانخواستہ
کوئی آفت آئی تو مَیں بھی اُس کی آرزو کرونگا! (رونے لگتا ہے)

ہم دونوں ساتھ رہیں گے ہمارا خون بھی ساتھ بہیگا!

خوب چہر۔ (پرویز کی گردن میں ہاتھ ڈال کر) ہائے اللہ! تم مجھ سے وعدہ کیوں
نہیں کرتے کہ اگر زندہ رہے تو ساتھ رہیں گے! اور اگر مرے تو ساتھ
مریں گے ؎

آرزو یہ ہے کہ نِکلے دم تمہارے سامنے!
تم ہمارے سامنے ہو! ہم تمہارے سامنے!

پرویز۔ بے شک! میری خوب چہر! بے شک! ہم اگر زندہ رہے تو ساتھ رہیں گے
اور اگر مرے تو ساتھ مرینگے!

خوب چہر۔ اَب میں اَبا سے صاف کہدونگی کہ مجھے تم سے محبّت ہے! ....
شائد اُنہیں رحم آجائے! شائد ہم باہم زندگی بسر کر سکیں!

پرویز۔ (بات کاٹ کر) آہ!

خوب چہر۔ اگر اُنھوں نے اِنکار کیا تو مَیں اصرار کرونگی! .... اور اگر قتل کا
حکم دیدیا تو ہم ساتھ مرینگے! .... جاؤں؟ .... اَبا سے
کہوں؟؟ (جانے لگتی ہے مگر پھر لوٹ آتی ہے) پرویز! پیارے!!

.... کہیں میں تمہیں آخری مرتبہ نہ دیکھ رہی ہوں ؟ —

(روتی ہوئی باہر دریچہ سے چلی جاتی ہے)

دُوسرا نظارہ

(پرویز — تنہا)

پرویز۔ (نہایت حسرت سے خوب چہر کے پیچھے نظر دوڑاتے ہوئے) او میرے خدا! اس کو میری بدنصیبی کے لئے قربان کیا جا رہا ہے!.... زندگی سے! آہ! زندگی کی تمام دلچسپیوں سے محروم!... میں بھی یہاں سے نہیں جاؤں گا — ! نہیں!..... میں نہیں جا سکتا! ..... جو اس کا انجام ہوگا! وہی میرا ہوگا!...... اگر اس کو جبراً قحطان کے سپرد کر دیا گیا تو...... میں بھی اپنے لئے ایک آخری فیصلہ کر لوں گا!...... مر جاؤنگا! اور کیا کرونگا — ؟ ھ

زندگی کی جتنی امیدیں تھیں سب مُرجھا گئیں
اب تو مایوسی یہ کہتی ہے کہ مر جائیں گے ہم!!

جب ان کو ہماری محبت کا حال معلوم ہوگا! تو وہ خوب چہ کو زبردستی قحطان کے حوالے کرنے کی کوشش کریں گے! اور مجھے...... نا مجھے بھی! ان موذیوں کی بھینٹ چڑھا دیں گے!...... ان چھرے سے میرا سر قلم کر دیں گے!...... ہم نے ہاتھ جینے اور ساتھ

مرنے کا عہد کیا ہے! مگر اس سے کیا نتیجہ؟ .... اس پر ہمارا کیا زور؟؟
آہ! اس دُنیا میں جو لوگ بہت بڑے خیال کئے جاتے ہیں! وہ بھی قیدی ہی ہوتے ہیں! آزادی! ہلکی سی آزادی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ عام لوگوں ہی میں پیدا ہوتی ہے!

(فرہاد دائیں طرف سے داخل ہوتا ہے)

تیسرا نظارہ

(پرویز ——— فرہاد)

فرہاد۔ (کھڑکی سے باہر نکل کر، پرویز کو نہ دیکھکر اپنے آپ) میری عُمر بھر کی اُمید رفتہ رفتہ غارت ہوتی جاتی ہے! اور اُسکی خاطر، جن گناہوں کا میں مُرتکب ہو رہا ہوں، وہ روز بروز، سنگین ہوتے جاتے ہیں!
.... روز ایک نئے گناہوں کا سامنا ہوتا ہے! .....
آج پھر ایک سفاکانہ گناہ! .... اِن زہریلے کیڑوں پر وطن کے معصوم نونہالوں کی قربانی! کس قدر ہولناک! کس درجہ قاتلانہ فرض! خدا کی پناہ! کیسی گندی چیز! کتنا گندہ کام میرے سپرد ہوا ہے! ——— آہ! وہ گویا میری مُراد جانتے ہیں، اور محض مجھ سے انتقام لینے کیلئے، ایسے گناہ آلود کام میرے سپرد کرتے ہیں ——— وہ بھی، مُجرموں کا نہیں بلکہ ..... قوم کے

معصوم بچوں کا قتل! ..... او خدا! اگر وہ موبد میرے ہاتھ آجائیں ــــ!! اوہ لوگ جو بیگناہوں کی خونریزی کو، عبادت سمجھتے ہیں! ...... افسوس! میرے ہاتوں سے ایسا گناہ کبیرہ سرزد ہوگا ــــ؟ ..... کیا کروں؟ ..... یہ فرض! مجھے ہر فعل کے ارتکاب پر مجبور کردیتا ہے! مگر افسوس کہ اس فرض کا انجام روز بروز ناممکن ہوتا جاتا ہے پھر ان بچوں کی محبت بھی خطرہ سے خالی نہیں خدا کرے کسی کو معلوم ہو اس راز کو چھپانے کی خاطر پرویز کو اُن سے بھی بچنا چاہیے۔ اوپر جانے کیلئے پلٹتا ہے، پرویز پر نظر پڑتی ہے) اوہ! بیٹا! ..... تم یہاں ہو؟ ......

پرویز۔ یہیں ہوں ...... ابا! ..... آپ اتنے گھبرا کیوں رہے ہیں؟ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟

فرہاد۔ بیٹا! تمہارا ہی فکر ہے! ... اگر تمہاری محبت کا حال کُھل گیا تو اس کا نتیجہ موت ہے!

پرویز۔ میری اور خورشید چہر کی محبت!! نہیں! ابا! میں نے اُس کو بُھلا دیا ہے!

فرہاد۔ میرے بیٹے! کل تمہارا کیا حال تھا ــــ؟ کچھ یاد ہے؟

پرویز۔ نہیں معلوم! کل کیا ہوا تھا؟ میں دوسری فکروں میں تھا! ....

فرہاد۔ کہدو کہ تم اُس سے محبت نہیں کرتے ــــ؟

پرویز۔ نہیں! ابا! میں کس طرح محبت کرسکتا ہوں؟ کیا ایک غلام اپنے ولی نعمت کی لڑکی سے محبت کرسکتا ہے؟ اور میں کس اُمید پر ایسا کرسکتا ہوں؟؟

فرہاد- کہدو کہ تم محبت نہیں کرتے اور اُسکی اور قحطان کی شادی کو رشک کی نظروں سے نہیں دیکھتے!! یہی بات ہے نا؟؟

پرویز- (ضبط کرکے) جی ہاں!

فرہاد- آہ! شکر ہے!...... شاباش بیٹا! (اپنے آپ) بڑی مصیبت سے نجات ملی!

پرویز- (اپنے آپ) اگر میں نے سچ سچ کہدیا تو یہ شاید مجھے یہاں نہ رہنے دیں!..... یہ یہی سمجھیں تو اچھا!

فرہاد- (اپنے آپ) لڑکی کے متعلق بھی آج فیصلہ ہوجائیگا!.... اگر وہ یہیں رہتی تو اس کی محبت اور زیادہ ہوجاتی۔ اب دوسرے گھر چلی جائیگی تو رفتہ رفتہ اسکا خیال بھول جائے گی۔ مگر پھر بھی جبتک شادی نہیں ہوتی! مجھے بیفکر نہیں ہونا چاہیئے! (بلند آواز سے) میرے بیٹے یہاں کیوں کھڑے ہو؟.... آؤ باہر چلیں! کچھ دیر ہواخوری کریں!

پرویز- بہت اچھا! آبا جان! (جس وقت دونوں دائیں طرف سے باہر جاتے ہیں، مہرو اور خوب چہر بائیں کھڑکی سے داخل ہوتی ہیں پرویز پلٹ کر خوب چہر کو دیکھتا ہے) آہ! وہ!!! (باہر نہیں جاسکتا! کھڑا ہوجاتا ہے)

فرہاد- آؤ! بیٹا! ٹھیر کیوں گئے؟ (ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہے)

پرویز- کہاں جایئے گا؟ آبا جان!

فرہاد۔ آؤ! آؤ! اِک زرا کام ہے!

پرویز۔ باہر جاتے ہوئے ایکدفعہ اَور خوب چہر کی طرف دیکھکر، آہ!

(جاتے ہیں)

چوتھا نظارہ

(مہرو ـــــــ خوب چہر)

خوب چہر۔ (پرویز کو جاتا دیکھکر) آہ! امی جان! وہ گیا!

مہرو۔ نہیں! بیٹی! یہیں ہے! ..... مگر بیٹی! ادھر آؤ! زرا مجھے اطمینان دلاؤ! کہ تم اس جنون کو بھلادو گی!

خوب چہر۔ آہ! امی جان! اگر میرا بس چلتا! اگر میرا بس چلتا! ...... مگر یہ تو میرے بس کی بات ہی نہیں! دیکھئے! مجھے اس سے کب سے محبت ہے؟ مگر آج تک کسی کو بھی معلوم ہوا؟ اور تو اور، خود اس کو خبر نہ تھی! مگر ـــ مایوسی! نا اُمیدی! افسوس ـــ اب میں ضبط نہیں کر سکتی! امی جان! اللہ کی امان! کوئی صورت نکالئے۔ ابا کو سمجھائیے! کہ مجھے اس لعین کے حوالے نہ کریں! ..... میں نہیں جاؤں گی! ناممکن! قطعی ناممکن!!

مہرو۔ آہ! بیٹی! تم نے اپنے نازک دل کو اس نازک مصیبت میں کیوں پھنسا لیا؟ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ تم پرویز کو نہیں مل سکتیں؟

خوب چہر۔ آہ! پرویز کو نہ پانے کا خیال کیا! مَیں تو یہ بھی نہ جانتی تھی
کہ مَیں اُس سے محبّت کرتی ہوں! کیوں محبت کرتی ہوں؟ اور
کس طرح محبت کرتی ہوں؟ مَیں خود نہیں سمجھتی تھی!

مہرو۔ بیٹی! اپنے باپ کے مزاج سے واقف ہو؟

خوب چہر۔ نہیں جاؤں گی! امی جان! مَیں اُس نابکار کے گھر نہیں جاؤنگی!
جلّادوں کے سپرد کر دیں! جو جی چاہے کریں!

مہرو۔ ہائے اللہ! اب کس طرح سمجھاؤں؟ ...... بیٹی للہ، ایسا نہ کرو!
...... جس طرح ہوتا ہے ہونے دو! شاید قسمت ہی میں
یہ لکھا ہو! ...... مجھے نہیں دیکھتیں؟ کب سے اور کیا کچھ
برداشت کر رہی ہوں ـــــ؟

خوب چہر۔ مَیں بھی کیا کچھ برداشت نہیں کر سکتی؟ امی جان! مگر کم بخت
دل پر بھی تو قابو چلے! آہ! یہ مایوسی! یہ مایوسی مجھے جینے نہ دیگی!
ہائے! یاوسیاں محبّت کی! مر نہ جائے تو کیا کرے کوئی؟

مہرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ اِک تو تمہارے باپ کو، تم سے پہلے ہی برائے نام
محبّت ہے! اب اگر تم نے اُس کے حکم کی تعمیل سے اِنکار کیا تو مَیں
ڈرتی ہوں، ہمارے سر پر، خدا جانے کیسی کچھ مُصیبت نازل ہوگی!

خوب چہر۔ جو ہو سو ہو! میرے لئے تو سب سے بڑی مُصیبت یہی ہے!
آہ! مَیں اِن حالوں زندہ رہ چکی! یا رہائی یا موت!!

(رونے لگتی ہے)

مہرو۔ (روتے ہوئے خوب چہر کے آنسو پونچھتی جاتی ہے) بیٹی! تمہیں اپنے آپ پر رحم نہیں آتا! مجھ پر تو رحم کرو! آہ! مَیں نے اپنے لختِ جگر کو کھو دیا! خیر! مَیں اُس کی بجائے تم سے محبت کرنے لگی! تمہاری ماں نے تمہیں سال بھر کا چھوڑا تھا اور چونکہ وہ جانتی تھی کہ تمہارے باپ کی شفقت، ظالم کے ظلم سے کچھ کم نہیں! اِس لئے اُس نے مرتے وقت، تمہیں میرے سپرد کیا تھا! کہ اس بچّی کا تمہارے اور خدا کے سوا تیسرا کوئی نہیں، اسے اپنی اولاد کی طرح رکھنا! .... اُس نے یہ وصیت کی اور اپنے کمزور اور دُبلے پتلے ہاتوں سے تمہیں میری گود میں دیدیا! اُس وقت سے ابتک، مَیں تمہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھتی رہی ہوں!

خوب چہر۔ (مہرو کی گردن میں ہاتھ ڈال کر) مَیں جانتی ہوں امی جان مَیں جانتی ہوں! مَیں ناشکری نہیں ہوں! تم نے مجھے اس طرح رکھا کہ مَیں اپنی ماں کو بھول گئی! ...... ہاں! مَیں تمہاری محبت و شفقت کی گود میں چھوٹی سے بڑی ہوئی! مَیں نے تمہیں اپنی ماں کی جگہ جانا! ابا کے ظلموں سے تمہیں نے مجھے بچایا! نہیں تو آج تک کئی دفعہ جلاد کے سپرد ہو چکی تھی!

مہرو۔ بیٹی! انکار نہ کرو! کچھ تو میرا دل رکھو! دیکھو اس خیال کو بھلا دو! اور اپنے باپ کا کہا مانو! اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے!

خوب چہر- امی جان! تم چاہتی ہو کہ مَیں ایسے وحشی، ظالم، اور خونخوار شخص سے شادی کر لوں ؟؟

مہرو- آہ! بیٹی! اگر سچ پوچھتی ہو تو میری آرزو یہ تھی کہ تم میرے لختِ جگر .... (روتی ہے) کیونکہ مَیں ابتک اُس کے ملنے سے نااُمید نہیں ہوں! آہ! اگر آجکل میں وہ آجاتا ہیہات!...... تمہیں میرے لڑکے سے محبّت تھی؟ ... تھی نا؟ بیٹی؟؟ آہ! فریدوں! آج پرویز کے برابر ہوتا! .... وہ بھی پرویز کی طرح خوبصورت تھا ــــ! تم اُس سے محبّت کرتی تھیں؟ .... کیوں نا ــــ؟ بیٹی؟؟

خوب چہر- (روتے ہوئے) امی جان! ....

مہرو- آہ! مَیں بدنصیب! ..... خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہی ہوں! (پاؤں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے) کوئی آرہا ہے! بیٹی! تم جاؤ! تم! ..... مَیں بھی آتی ہوں! (خوب چہر چُپ چاپ آنسو پونچھتی ہوئی بائیں طرف سے چلی جاتی ہے۔ دائیں طرف سے فرہاد داخل ہوتا ہے)

پانچواں نظارہ

(مہرو ــــ فرہاد)

مہرو- (فرہاد کے پاس جاکر) فرہاد! مَیں نے کل تمہارا بہت دل دُکھایا!

فرہاد۔ کوئی بات نہیں!

مہرو۔ میری باتوں کا خیال نہ کرنا! فرہاد! آہ! جب بھی مجھے اپنے بیٹے کا خیال آتا ہے! مَیں دیوانی سی ہو جاتی ہوں! نہ یہ سمجھتی ہوں کہ کیا کہہ رہی ہوں؟ نہ یہ سمجھتی ہوں کہ کیا کر رہی ہوں ——؟

فرہاد۔ بیشک! بیٹے کا داغ ایسا ہی ہوتا ہے! (رنج وغم کی حالت میں سر جُھکا لیتا ہے)

مہرو۔ مگر فرہاد! اس لڑکی کا کیا ہوگا؟ ..... تمہیں معلوم ہے، مَیں اُسے اپنی اولاد کی جگہ سمجھتی ہوں! اس کی ماں میری بہن کے برابر تھی! اور مرتے وقت اسے میرے حوالے کر گئی تھی! یوں سمجھو! کہ خوب چہر! ضحاک کی نہیں! میری لڑکی ہے!

فرہاد۔ بے شک! تمہاری لڑکی کے برابر ہے! مَیں جانتا ہوں!

مہرو۔ وہ، قحطان کی بیوی بننے کو تیار نہیں! وہ پرویز سے محبت کرتی ہے!

فرہاد۔ (بے اختیار ہوکر) آہ! آہ! وہ بھی پرویز سے محبت کرتی ہے ——؟!

مہرو۔ ہاں! اور اتنی محبت ہے کہ کہتی ہے اگر میری اُمید ٹوٹ گئی تو مَیں اپنے آپ کو ہلاک کر لونگی! مگر قحطان کی بیوی کسی حال میں نہیں بنونگی! آب فرہاد! اگر اس کا باپ شادی پر اڑ گیا تو کیسی مصیبت کا سامنا ہوگا؟ خدا ہی خیر کرے! رنگ بے ڈھب ہے! اس کی کوئی تدبیر کرو!

فرہاد۔ (مایوسی سے) تدبیر! آہ! اس کی کوئی تدبیر نہیں! ابھی ابھی موبد

آنے والے ہیں! اور نکاح پڑھانے والے ہیں! ...... کس کی جُرأت ہے؟ کہ اس شادی کو، ایک لمحہ کے لیئے بھی روک سکے؟ ...... نہیں! ممکن نہیں! ... تم جاؤ! لڑکی کو بہلاؤ! پھسلاؤ! شادی پر رضامند کرو! ورنہ ہم پہ بڑی ہی مصیبتیں نازل ہونگی!

مہرو۔ مَیں تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی! تمہارے کہنے سے ایک دفعہ اور جاتی ہوں! پھر کوشش کرتی ہوں! (جاتے ہوئے اپنے آپ) آہ! بدنصیب لڑکی!

(بائیں طرف سے باہر چلی جاتی ہے)

چھٹا نظارہ

(فرہاد ــــــ تنہا)

فرہاد۔ ایک دفعہ لڑکی اپنی رضامندی ظاہر کر دے، اور جھٹ سے نکاح ہو جائے ــــ بس! پھر کوئی اندیشہ نہیں! ..... یقیناً اُسکے جانیکے بعد، پرویز، چند ہی روز میں اُسے بھول جائیگا۔ ...... اِس وقت اگر لڑکی نے کہدیا کہ مَیں قحطان سے شادی نہیں کروں گی، مجھے پرویز سے محبّت ہے! تو، یا تو دونو کی جان جائیگی! یا پھر شادی ہو جائیگی! ــــ دونوں صُورتوں میں

پرویز مات سے جاتا ہے! .... نہیں! نہیں! ضحاک
کی لڑکی سے اُسکی شادی کسی طرح نہیں ہونی چاہیئے! وہ قحطان ہی
کے گھر جائے تو اچھا! (اندر سے گھما گھمی کی آوازیں آتی ہیں) ارے!
...... موبد آگئے! نکاح پڑھائیں گے!
(دائیں طرف سے پانچ چھ موبد قحطان کو بیچ میں لئے، اور بائیں طرف سے
چند اور موبد خوب چہر کو لئے، بلند آواز سے نکاح کے بول پڑھتے ہوئے
داخل ہوتے ہیں۔ موبدوں کی گردنوں پر سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض کے
شانوں پر لٹک رہے ہیں۔ بعض کے ہاتوں میں ہیں۔ قحطان اور خوب چہر نے
ہیرے جواہرات اور دُوسری جگمگاتی ہوئی چیزوں سے جڑی ہوئی ٹوپیاں
پہن رکھی ہیں۔ خوب چہر حواس باختہ اور پریشان ہے)

ساتواں نظارہ

(فرہاد — موبد — قحطان — خوب چہر)

موبد۔ (سانپوں کے پنجرے کی طرف آکر بلند آواز سے)

جب ہمارے حافظ و ناصر یہ کل معبود ہیں!
ہم پہ سب رنج و الم کے راستے مسدود ہیں!
معتقدان کے ہمیشہ عزت و راحت میں ہیں!
اور دُشمن سرنگوں لعنت گہِ ذلت میں ہیں!

(پنجرہ کے پاس جاکر سانپوں کو سجدہ کرتے ہیں)

آب نہ ——————— ہم غفلت کریں!
آؤ!! ——————— عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جُل کر کریں سب التماس! — التماس!

(سب سجدہ کرتے ہیں)

(پھر اُٹھکر خوب چہر کو دائیں طرف سے اور قحطان کو بائیں طرف سے پکڑکر کھینچتے ہوئے پنجرہ کی طرف لے جاتے ہیں)

ہاں! صمیم قلب سے جو بھی کریگا التماس!
زندگی اُسکی بسر ہوگی ہمیشہ بے ہراس!
گردشِ ایام کا زور اُس پہ چل سکتا نہیں!
تختِ عزت اُسکے قدموں سے نکل سکتا نہیں!

(پنجرہ کے پاس جاکر سجدہ کرتے ہیں)

آب نہ ——————— ہم غفلت کریں!
آؤ!! ——————— عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جُل کر کریں سب التماس! — التماس!

فرہاد۔ (اپنے آپ) نکاح ہوجائیگا! ..... بڑی مصیبت سے نجات ملی!! مگر غریب لڑکی! ..... چہرہ پر کیسی مُردنی سی چھارہی ہے!! اگر

اس حالت میں پرویز آجائے! اور اسے دیکھ لے! ...... یقیناً
زندہ نہیں رہ سکتا! ...... اب آنے ہی والے ہیں!
(ضحاک داخل ہوتا ہے۔ پرویز، دوسرے خادموں کے ساتھ پیچھے ہے۔
دو موبد ضحاک کے شانوں سے شانے ملائے اوپر کے اشعار گاتے ہوئے
آرہے ہیں، ضحاک کو پنجرہ کے قریب لاکر سجدہ کراتے ہیں۔ خادم کھڑکی کے
قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فرہاد، پرویز کے پاس آجاتا ہے)

آٹھواں نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ ضحاک ـــــ پرویز ـــــ خادم)

پرویز۔ (خوب چہر کے چہرہ پر نظر جمائے ہوئے) آہ! دولہن بنی کھڑی ہے!
کیا راضی ہو گئی ہے؟؟ ...... الٰہی مجھ سے ضبط نہیں ہوسکتا!
فرہاد۔ بیٹا!
پرویز۔ اگر وہ قحطان کے ساتھ چلی گئی تو میں یہاں سے زندہ نہیں
جاسکوں گا!
فرہاد۔ (دحشت زدہ ہوکر) خدا کی پناہ! ...... میرے بیٹے! ذرا
ہوش میں رہو!!
پرویز۔ آپ کچھ نہ کہیئے! ابا!
(ایک طرف ہو جاتا ہے)

فرہاد۔ (بیچ میں آکر مایوسی سے اپنے آپ) آہ! مجھ پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ
پڑیگا! ...... میں اتنی قربانیوں کے باوجود، اپنی مراد کو نہ
پہنچ سکوں گا!

(کچھ دیر بھجن گاکر، موبد، ضحاک کے ساتھ پنجرہ کے دائیں طرف
آتے ہیں! اور ضحاک کا بازو اُس سے چھوا دیتے ہیں۔ موبدان کا
پیشوا، پنجرہ کے بائیں طرف کھڑا ہوجاتا ہے۔ قحطان اور خوب چہر
کو، پنجرہ کے سامنے کھڑا کرکے موبد اُن کے چاروں طرف حلقہ
بنالیتے ہیں)

موبدان کا پیشوا۔ (قحطان سے) تم اپنے معبودوں کے سامنے اقرار کرتے ہو؟
کہ تم نے خوب چہر کو اپنے نکاح میں قبول کیا!!

قحطان۔ ہاں! میں اپنے معبودوں کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے خوب چہر کو
اپنے نکاح میں قبول کیا —— !

موبدان کا پیشوا۔ (دوسرے موبدوں سے) تم شاہد ہو کہ قحطان نے خوب چہر کو
اپنے نکاح میں قبول کیا —— ؟

ایک موبد۔ بے شک قحطان کے، خوب چہر کو اپنے نکاح میں قبول کرنے کا اقرار
ہم نے خود اسکے منہ سے سنا ہے! اور ہم اپنے معبودوں کے سامنے
شہادت دیتے ہیں!

(یہ سوال وجواب، تین مرتبہ دُہرائے جاتے ہیں)

پرویز۔ (مایوسی سے اپنے آپ) آہ! اگر اُس کی زبان سے بھی ایسے ہی الفاظ

نکلے تو بس! میرا خاتمہ ہے! ..... مگر کوئی ہرج نہیں! .....
اِس طرح وہ آزاد ہو جائیگی! اور میں! ...... میں اسکی محبت میں
جان دے دونگا!

موبدوں کا پیشوا۔ (خوب چہر سے) تم قحطان کو اپنے نکاح میں قبول کرنے کا،
اپنے معبودوں کے سامنے اقرار کرتی ہو؟ (خوب چہر جواب نہیں دیتی)
کیوں؟ جواب کیوں نہیں دیتیں؟؟ (خوب چہر بدستور خاموش رہتی ہے)
بیٹی! جواب دو! جب تک تم قبول نہیں کروگی! نکاح درست نہیں ہوگا!
بولو! تم قحطان کو قبول کرتی ہو یا نہیں؟

(خوب چہر خاموش ہے۔ مہرو بائیں طرف سے آکر فرہاد سے
چپکے چپکے باتیں کرتی ہے)

نواں نظارہ

(پچھلے افراد ــــــــ مہرو)

پرویز۔ (آہستہ اپنے آپ) جواب نہیں دیتی! قبول نہیں کرے گی! ......
الٰہی تیرا شکر! ...... مگر ... انجام .....؟ آہ! اس کا انجام
کیا ہوگا؟؟

ضحاک۔ (غضبناک ہوکر خوب چہر سے) جواب کیوں نہیں دیتی؟ ......
چپ کیوں کھڑی ہے؟؟

موبدوں کا پیشوا۔ (خوب چہر سے) کہو بیٹا! ڈرو مت! شرم کی کیا بات ہے؟

مہرو۔ (اپنے آپ) آہ! بیچاری خوب چہر!...... میں ڈرتی ہوں! کوئی سخت جواب دے گی!

پرویز۔ (اپنے آپ) آہ! میری جان قبول نہیں کرتی!

موبدوں کا پیشوا۔ کہو! کہو! شرماؤ مت! قحطان کو قبول کیا یا نہیں ——؟

خوب چہر۔ (لرزتی ہوئی، لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں) نہیں!

ضحاک۔ (انتہائی طیش میں) نہیں؟!!؟

پرویز۔ (اپنے آپ) نہیں! میری جان نہیں قبول کرتی! شکر ہے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) نہیں قبول کرتی! وامصیبتا!!

مہرو۔ (اپنے آپ) انصاف! انصاف!.... غریب لڑکی!

ضحاک۔ (بے انتہا غصہ سے) کیا کہا؟..... کیا ——؟؟؟

موبدوں کا پیشوا۔ بیٹی! اچھی طرح غور کر کے جواب دو!

ضحاک۔ (غصہ سے) "نہیں" کہتا!!؟؟ —— "نہیں"!! میرے حکم کے بعد "نہیں" کہتی ہے!! تو؟؟

مہرو۔ (اپنے آپ) آہ!

خوب چہر۔ (ضحاک کے قدموں پر گر کے) ابا جان!..... حکم دیجئے کہ مجھے قتل کر دیں!.... میرا سر کاٹ لیں!........ میری آنکھیں نکال لیں!.... مگر اس پر.... اس بات پر زبردستی نہ کریں! میں اس معاملہ میں آپ کی مرضی پوری نہیں.... نہیں کر سکتی!!

ضحاک۔ (خوب چہر کو ٹھوکر مار کر، دُور کرتے ہوئے) چل! میری آنکھوں کے سامنے سے دُور ہو!

مہرو۔ (رنج سے) آہ! بیچاری لڑکی!

پرویز۔ ہائے! ہائے!

موبدوں کا پیشوا۔ بیٹی! کیا سبب ہے؟ انکار کیوں کرتی ہو؟؟

پرویز۔ (اپنے آپ) آہ! اب کہدے گی!!

خوب چہر۔ میرا دل! آہ! میرا دل میرے قابو میں نہیں!..... میں اپنا دل دُوسرے کو دے چکی!!......... آہ! میں دُوسرے سے محبّت......

ضحاک۔ (انتہائی غصہ سے زمین پہ پاؤں مار کر) آہ! اُس نحس کُتّے کو ابھی کُچلا جائے گا!!

مہرو۔ (اپنے آپ) او خدا! ــــ!!

فرہاد۔ (اپنے آپ) آہ! میرا کام تمام ہوا جاتا ہے!

موبدوں کا پیشوا۔ اچھا! وہ کون ہے؟ جس سے تم محبت کرتی ہو! بیٹی!!

خوب چہر۔ نہیں بتاؤں گی!..... اگر آپ وعدہ کریں کہ اس کو کوئی تکلیف نہیں دیجائیگی تب بتاؤں گی!

ضحاک۔ دیکھو! اس حرافہ کو!...... ہم سے شرطیں کراتی ہے!...... جلد بتا! ورنہ ابھی جلّاد کے حوالے کرتا ہوں ــــ!

مہرو۔ آہ!

فرہاد۔ (اپنے آپ) انشاءاللہ! نہیں بتلائیگی!
پرویز۔ (آگے بڑھکر اپنے آپ کو ضحاک کے قدموں پہ گرا کے) عالیجاہ! اس کو
کچھ نہ کہیئے۔ سارا قصور مجھ بدبخت کا ہے! مَیں نے اسے بہکایا ہے!!
فرہاد۔ (انتہائی مایوسی سے) فریاد! فریاد!!
ضحاک۔ (غصّہ سے) تو نے ——— ؟؟؟
پرویز۔ ہاں! مَیں نے! ...... اب مَیں حضور کے رحم پہ ہوں! ....
حکم دیجئے کہ میری گردن اُڑا دیں! ...... مَیں اسی سزا کا مستوجب
ہوں! .... سارا قصور میرا ہے! مَیں اُس سے محبّت کرتا ہوں!
.... وہ بھی مجھ سے محبّت کرتی ہے! ....
ہم نے ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا عہد کیا ہے! ہم راضی ہیں
.... جو چاہے سزا دیجئے!
ضحاک۔ میرے سامنے! اس قدر جسارت ؟؟ ....
ہمارے دیوتاؤں کے حضور میں اتنی جُرأت ......؟؟
خوب چہر۔ (ضحاک کے قدموں پہ سر رکھکر) ابّا! ابّا! قصور اُس کا نہیں ہے!
میرا ہے!!
ضحاک۔ (انتہائی غصہ سے) تجھے قحطان کے ساتھ شادی کرنی ہوگی ———!!
خوب چہر۔ ابّا جان! یہ نہ ہوگا! چاہے مجھے قتل کرڈالیئے!
ضحاک۔ کیا کہا؟ "یہ نہ ہوگا!" ——— یہ ضرور ہوگا! ٹھیر جا! ابھی تجھے
اس انکار کا مزہ چکھاتا ہوں!

خوب چہر۔ ابا جان! رحم! میں دیوانی ہوگئی ہوں! میرا دل میرے بس میں نہیں!

ضحاک۔ ٹھیر جا! میں تجھے بتاتا ہوں!

پرویز۔ قصور میرا ہے! عالیجاہ! قصور سارا میرا ہے!

ضحاک۔ تجھے بھی اِس نمک حرامی کا نتیجہ معلوم ہوگا!

فرہاد۔ (مایوسی سے ہاتھ ملتے ہوئے، ایک طرف ہوکر) ہائے!

مہرو۔ (اپنے آپ) بدنصیب لڑکی!! بیچارہ لڑکا!!

ضحاک۔ (چلاکر) فرہاد!! (فرہاد کی طرف بڑھکر) ان دونوں کو قید کردو! ہمارے معبودوں کو سب سے پہلے ان کی قربانی دیجائیگی! (کھڑکی کی طرف جاتا ہے۔ موبد اور قحطان ایک طرف ہٹ جاتے ہیں)

فرہاد۔ (ضحاک کے پاؤں پڑکر) رحم! ..... عالی جاہ! ..... کیجئے! معاف کردیجئے! ابھی بچے ہیں! ..... میں ان کو سمجھاتا ہوں!

ضحاک۔ (گرج کر) پکڑو! ..... میں تم سے کہتا ہوں! (فرہاد ڈرکر پیچھے ہٹ جاتا ہے) قحطان! تم میرے ساتھ آؤ! (جانے لگتا ہے)

قحطان۔ (جاتے ہوئے غصہ سے پرویز کی طرف دیکھکر) یہ میری مایوسی کا سبب ہو! ..... آہ! اگر انتقام نہ لوں! ....

(ضحاک اور اس کے ساتھ قحطان، اور خادم باہر چلے جاتے ہیں)

فرہاد۔ (موبدوں کے پیشوا سے) آہ! کچھ آپ ہی سفارش کیجئے! یہ بچے بے کس ہیں!

موبدوں کا پیشوا۔ ہم اس معاملہ میں دخل نہیں دے سکتے!........
(موبدوں سے) آؤ! چلیں۔.......... (بائیں طرف سے
باہر چلے جاتے ہیں)

دسواں نظارہ

(فرہاد ــــ پرویز ــــ مہرو ــــ خوب چہرا)

خوب چہر۔ (پرویز کا ہاتھ پکڑ کر پابوسی سے) پرویز! ہماری آرزو تھی کہ
ہم ساتھ جئیں! یا ساتھ مریں!..... آج یہ آرزو پوری ہوئی!
..... ہم ساتھ مرینگے!

پرویز۔ بیشک! یہ بھی ہماری خوش نصیبی ہے!.... خاصکر میرے لئے
تو بہت ہی زیادہ مسّرت کا موقع ہے!.... کیونکہ اسکے سوا
مجھے کچھ اُمید نہ تھی!..... تمہاری محبّت میں جان دینا! ہائے!
یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟

فرہاد۔ (پرویز کے پاس جاکر پابوسی سے) آہ!.... بیٹا!.....
یہ تم نے کیا کیا؟.......

مہرو۔ (خوب چہر سے) آہ! بیٹی!..... میں نے تمہیں کیسا کیسا سمجھایا!
...... آخر اس مصیبت میں پھنسا دیا!!

پرویز۔ ابّا! تم رنج نہ کرو! یہ ہمارے حق میں بہت بڑی دولت!

ایک بہت بڑی خوش نصیبی ہے!

خوب چہر- بیشک! بہت بڑی خوش نصیبی!.... کیونکہ ہمارے جسم اگرچہ قید خانہ میں ہونگے! مگر ہمارے دل، سراسر آزاد ہوں گے!
.... اگر قتل کا حکم ہوگیا تو بھی اس طرح ہماری، ایکدوسرے کے ساتھ مرنے کی آرزو پوری ہوگی!....... ہماری رُوحیں! دُوسری دُنیا میں آزاد، اور ایکدوسرے کے ساتھ رہینگی!.......
کیونکہ امی جان وہاں ظلم نہیں ہے! قید نہیں! قید خانہ نہیں ہے
——— !!

پرویز- وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں ان غلیظ اور ناپاک کیڑوں کی (فرہاد اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی سُن نہ لے) بھینٹ چڑھائیں گے
——— مگر ہم ایک دوسرے کی محبت پر قربان ہوتے ہیں! اور اس لئے یہ ہماری خوش نصیبی ہے!

مہرو- (روتے ہوئے) آہ!...... (فرہاد کو الگ لیجاکر) فرہاد!.... للہ! کوئی تدبیر سوچو!.... اگر اس بچی کے سر پر کوئی مصیبت آئی تو مَیں بھی زندہ نہیں رہونگی!

فرہاد- تم روؤ مت!.... خاموش رہو! (اپنے آپ) بے شک! مَیں چھڑالوں گا!....... یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد ہوئی!........ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت خود، اس ہولناک ظلم کو برداشت نہیں کرسکتی!.... اور چاہتی

ہے کہ ایران کا تاج و تخت پھر جمشید کی اولاد کو مل جائے! ......
بیشک! بیشک! ..... یہ فرض، میرے مقصد کو آسان کر دیگا!
...... آہ! اگر یہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد ہوتی تو..... تو،
پھر کیا اُمید ہوسکتی تھی؟ .... بچاؤں گا! ..... ہر طرح کی آفت
و مصیبت، اپنے سر لیکر بچاؤں گا! .... مگر لڑکی کے بغیر وہ نہ
مانے گا! ..... دونوں کو بچاؤں ــــ ؟ بچاؤں گا!
(پرویز اور خوب چہر سے) مایوس نہ ہو! میرے بچو! مایوس نہ ہو!
.... دیکھو! کیا ہوتا ہے!!

مہرو۔ (اپنے آپ) اگر میں جانتی کہ فرہاد اب بھی ہمارے خاندان کا ہمدرد
ہوگا تو یہ راز بتلا دیتی! ..... پھر شاید وہ، لڑکی کو کسی اور نظر سے
دیکھتا ــــ مگر میرے دل کو اطمینان نہیں!!

پرویز۔ اباجان! تم اُس کے حکم کی تعمیل کردینا!

خوب چہر۔ ہاں! تم کیوں مصیبت میں پھنسو؟

فرہاد۔ آہ! .... اپنے ہاتوں سے! ... اپنے ہاتوں سے تمہیں قید
کرنا!!! ...... (اپنے آپ) کیا کروں؟ .... وہ فرض!
.... ہاں وہ مقدس فرض! مجھے ہر ایک کام پر مجبور کرتا ہے!

خوب چہر۔ (مہرو کی گردن میں ہات ڈال کر) الوداع! .... امی جان!
.... الوداع!

مہرو۔ الوداع! ... میری بیٹی! ...... مایوس نہو! خدا نے چاہا تو

یہ مُصیبت ٹل جائیگی! تم بچ جاؤ گی!

خوب چہر۔ (جاتے ہوئے) الوداع! امی جان!

مہرو۔ (پرویز سے) بیٹا! آؤ! تم بھی میرے بیٹے کی جگہ ہو! (پرویز کو پیار کرتی ہے)

پرویز۔ (جاتے ہوئے اپنے آپ) یہ کیسی شفقت ہے!!

فرہاد۔ (اپنے آپ) ہائے! اگر اس بدنصیب عورت کو معلوم ہو! ......

مہرو۔ (فرہاد سے) فرہاد! خدا حافظ!

فرہاد۔ (ایک کا اِدھر سے ایک کا اُدھر سے ہاتھ پکڑ کر) آؤ! میرے بچو!

مہرو۔ (زار قطار روتے ہوئے ــــــ دوڑ کر، بے اختیار، دونوں کو بغل میں لیکر) ہائے کہاں ؟؟ ..... ان کو کہاں لیجاتے ہو؟؟

...... آہ! میرے بچو! تم ظالم کے پنجہ میں پھنس گئے!!

فرہاد۔ (مایوسی کے عالم میں دونوں کے ہاتھ پکڑ کر) ہائے! ..... تقدیر!! تقدیر!!

(پردہ گرتا ہے)

تیسرا منظر

{ پہاڑوں کے بیچ میں ایک میدان - چاروں طرف خشک نالے، درخت، ٹیلے، جو دُور سے نظر آتے ہیں - صبح کا وقت ہے - آفتاب ابھی طلوع نہیں ہوا ہے ــــ کاشتکار ــــ دیہاتی وضع کی دستی لکڑیاں ہاتھ میں لئے ــــ ایک بڑے سے ٹیلہ پر بیٹھے ہیں - پاس ہی دو تین کُتے نظر آتے ہیں - }

پہلا نظارہ

(قباد ــ نوذر ــ یزد ــ خسرو ــ فریبرز ــ شیرویہ)

نوذر - کیوں جی! اس جُگ کو کیا کہتے ہیں؟ آخر، ظالم کا ظُلم کب تک جاری رہیگا ــــ؟

شیرویہ - یہی رنگ ڈھنگ رہا تو اس حکومت کا خاتمہ سمجھو! . . . صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے!

خسرو - بھئی، خالی خولی باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو نا! آج اٹھارہ سال گُزرنے آئے اور ہم اسی طرح چھپ چھپا کر نوروز منا رہے ہیں!

یزد - خدا سمجھے اس مردود قحطان سے! . . . کم بخت نے ہمارے

سارے معبد ڈہا دیئے اور ان کی جگہ اپنے موذی سانپوں کے پنجرے کھڑے کر دیئے! ..... ہماری طرف بھی تو رُخ کیا تھا! مگر اس وقت اُسکی فوج نے ہمت ہار دی تھی! ..... خدا کا شکر ہے کہ ہم اُسکے پنجے سے بچ گئے ..... !

نوذر۔ قباد! تم ہمارے بزرگ ہو! تم نے ہم سے زیادہ دُنیا دیکھی ہے! تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے؟

قباد۔ میرے بیٹو! صبر کرو! صبر! ؎

ظُلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں! ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں!

خدا نے چاہا تو ظالم کا ظلم اُسی کے آگے آئیگا! اور اُسی کی لاٹھی سے اُس کا سر کُچلا جائیگا!

نوذر۔ سچ ہے! مگر صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے!

قباد۔ ہاں بھئی! یہ تو سچ ہے کہ صبر کی ایک حد ہوتی ہے! مگر سوچو تو، وہ حد ابھی کہاں آئی ہے؟ دیکھو نا! آج نوروز کا دن ہے! ہم اپنی مذہبی عبادت میں مصروف ہیں! فرق اتنا ہی ہے نا! کہ پہلے اپنے معبدوں میں جاکر سر جھکاتے تھے! اب چوروں کی طرح، ان گھاٹیوں کو معبد بنانے پر مجبور ہیں! ..... پھر! یہ تو کوئی حد نہیں ہوئی! ..... یوں بھی، عبادت کے لئے، یہ پہاڑیاں! یہ ہریاول! یہ پھل پھلاری، اور یہ قدرتی منظر زیادہ موزوں ہیں! ..... ہمارے دھن دولت کو کوئی لوٹتا نہیں! ..... مزے سے

کھاتے پیتے ہیں! اور لمبی تان کر سو رہتے ہیں! غرض ہر طرح آرام سے ہیں!

فریبرز۔ بے شک! ہم تو آرام سے ہیں! مگر افسوس کہ جمشید کے نام لیوا دُنیا سے اُٹھتے جاتے ہیں .... جمشید کی لڑکی دُشمنوں کے پنجہ میں گرفتار ہے! فریدوں کا کچھ حال معلوم نہیں، اور نہ شاید معلوم ہو! .... جمشید کا نام روشن کرنے والا اب کون ہے ــــــ؟

قباد۔ ہمارے دو ایک موبدوں کی باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فریدوں کسی وادی میں رُوپوش ہے! .... اطمینان رکھو! خدا نے چاہا تو کسی دن، باہر نکلے گا! اور جمشید کے مذہب کو زندہ کریگا! ..... ہمیں ظالم کے ظلم سے نجات دلائیگا!

نوذر۔ اُمید! خالی اُمید!!

قباد۔ خدا نے چاہا تو سب کچھ ہوگا! .... یاد رکھو! جمشید کا خاندان، دُشمنوں کے مٹائے مٹ نہیں سکتا! .... نہیں مٹیگا! صبر کرو! حوصلہ رکھو!! ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے ......!

خسرو۔ بے شک! بے شک! صبر کے سوا اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں....؟

یزد۔ بے شک! فریدوں کے اِنتظار میں ہم صبر کر سکتے ہیں! مگر رونا تو یہ ہے اُس وقت تک، ہمارے مذہب کے نام لیوا، ان موذی کیڑوں کے غلام بن چکے ہونگے! ... پھر فریدوں کا آنا نہ آنا برابر ہے!

نوذر۔ سچ ہے!

قباد۔ ہمارے وطن کے لوگ اتنے گئے گزرے بھی نہیں کہ آفتاب اور سانپ میں کچھ فرق نہ کریں!..... سانپ! ایک غلیظ کیڑا!! ایک ہولناک موذی جانور ہے! تمام جانوروں سے زیادہ موذی!! .... جہاں اُس نے آدمی کی شکل دیکھی اور پھنکار مار کر لپکا —! .... اور آفتاب!......... آفتاب! ایک نور ہے! جس سے ساری دُنیا روشن اور منور ہو جاتی ہے! اس کی پاک اور شفاف کرنوں سے، زمین سے سبزہ اُگتا ہے! درخت ہرے بھرے ہوتے ہیں! اگر آفتاب! نہ ہوتا!..... تو..... دُنیا ایک خشک ریگستان! ایک تاریک جہنم! ہوتی! نہ گھاس سبز ہوتی، نہ حیوانوں کی پرورش ہو سکتی!....... (پہاڑی کی چوٹی پر سے آفتاب کی ایک شعاع نمودار ہوتی ہے! سب کے سب بے انتہا مسرت سے شکر گزاری کے انداز میں کھڑے ہو جاتے ہیں) لو وُہ نکلا! لو وُہ چمکا!!.... اس کے چمکتے ہی جاڑے کو گیا سمجھو! ...... یہ آفتاب! نوروز کا آفتاب ہے!.... آج اس سال کی بہار کا پہلا دن ہے!.... آج دُنیا کی پیدائش کا دن ہے!

.... لو وُہ نکلا! لو وُہ چمکا!!

(سب کے سب آفتاب کی طرف مُنہ کر کے گاتے ہیں)

اے آفتاب!

اے طلوعِ آفتاب!
آفتاب! اے آفتاب!!
آج پھر نوروز کا دن آگیا! — آگیا!
آفتاب! اے آفتاب! اے خالقِ کُل کائنات! تیرے نورِ پاک سے روشن ہے بزمِ شش جہات!
زینتِ نوروز ہے تیری شعاعوں کی بہار! تیری خلاقی کا مسکن ہے گلستانِ حیات!
چار سو نورِ مُسرت چھا گیا!! — چھا گیا!
آج پھر نوروز کا دن آگیا!! — آگیا!
اے طلوعِ آفتاب!
آفتاب! اے آفتاب!!
گردشِ ایام ہم پر مہرباں ہونے کو ہے! ملتِ جم کا ستارہ پھر جواں ہونے کو ہے!
نسلِ جمشیدی سے پھر اُٹھنے کو ہے اِک شیر مرد! ظلم اور ظالم کی ہستی بے نشاں ہونے کو ہے!
ہر طرف رنگِ بشارت چھا گیا! — چھا گیا!
آج پھر نوروز کا دن آگیا! — آگیا!
اے طلوعِ آفتاب!
آفتاب! اے آفتاب!!
بزم میں آئینِ جمشیدی مُسرت ریز ہے! دل میں آہنگِ پرستش بیخودی انگیز ہے!
رنگ دوبے قدس سے لبریز ہے ساری فضا! سازِ ہستی کا ہر اک پردہ ترنم خیز ہے!
روئے فطرت پر تبسم چھا گیا! — چھا گیا!
آج پھر نوروز کا دن آگیا! — آگیا!

اے طلوعِ آفتاب!

آفتاب! اے آفتاب!!

(سب کے سب ناچ گانے میں مشغول ہیں۔ بائیں طرف سے کاوہ اور اسکے دونوں لڑکے آتے ہیں۔ کندھوں پر خالی بوریاں ہیں۔ مُنہ اور کپڑے کوئلہ کی کالونس سے اٹے ہوئے ہیں)

دُوسرا نظارہ

(پچھلے افراد ——— کاوہ اور اُس کے بچے)

کاوہ۔ (کچھ دیر کاشتکاروں کی طرف دیکھنے کے بعد) آہ! تم کیسے خوش نصیب ہو کہ اس آزادی سے عبادت کر رہے ہو! ہم شہر کے رہنے والوں کے تو سارے معبد توڑ دیئے گئے اور اُن کی جگہ سانپوں ......

قباد۔ (کاوہ سے) آؤ! بھائی! تم بھی آؤ! یہ مبارک دن مِل جُل کر منائیں! شام تک خوب بھجن گائیں!

کاوہ۔ آہ! ہمارے نصیب میں آزادی کہاں ——— ؟ اگر جھوٹوں بھی خبر ہو گئی تو موت کا سامنا ہے! نہیں! نہیں! تم گاؤ! ناچو! عبادت کرو! تم پہاڑوں کی چوٹی پر کھِلنے والے پھُول ہو! ہم تنور کے نیچے کی راکھ ہیں! ...... دُنیا میں، ہمارے لئے محنت مشقت کے سوا کچھ نہیں! ...... (بچوں کا ہاتھ پکڑ کر) آؤ! میرے بیٹو! چلو! چلیں! کام تلاش کریں! رات کو بھُوکے نہیں مرنا ہے!

قباد۔ (کاوہ کے بچوں کی طرف دیکھکر) غریب بچے! .... نوروز کے دن بھی تو نئے کپڑے نہیں! .... آج بھی تو کام کی تلاش ہے!

کاوہ۔ (جاتے ہوئے) بھائیو! تم خوشی مناؤ! تم خوش نصیب ہو! کیونکہ ابھی ظالم کے ظلم سے محفوظ ہو!

(کاوہ جاتا ہے۔ دائیں طرف سے ایک لڑکی اور دس پندرہ بچے، پھول پتیوں کی بنی ہوئی ٹوپیاں پہنے، ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے، اوپر کا ترانہ گاتے ناچتے ہوئے آتے ہیں)

تیسرا نظارہ

(پچھلے افراد —— بچے)

کاوہ۔ (کسانوں کے بچوں کی طرف دیکھکر، ایک بے اختیارانہ مسرت اور ممنونیت کے جوش میں) ہائے! دیکھو! دیکھو! ایسا معلوم ہوتا ہے آسمان سے فرشتوں کا ایک جھرمٹ اتر آیا ہے! ..... کیسے ناچ رہے ہیں —— !

قباد۔ تم بھی اپنے بچوں کو اجازت دو نا! تھوڑی دیر کھیلیں! .... دیکھو! کس حسرت سے دیکھ رہے ہیں! جیسے فقیر!

کاوہ۔ (بچوں کے کندھوں سے کوئلے کی بوریاں اتار کر) جاؤ! میرے بیٹو! کچھ دیر تم بھی کھیلو! (بہرام اور رستم خوشی سے اچھلتے ہوئے دوڑ کر ناچ کے دائرہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کاوہ اپنی بوری بھی زمین پر رکھکر ایک طرف بیٹھ جاتا ہے اور ایک جذبۂ ممنونیت کے ساتھ اپنے بچوں کی طرف دیکھتا ہے)

خسرو۔ (کاوہ سے) کیوں بھائی؟ بیٹھ کیوں گئے؟ اُٹھو نا! (کاوہ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھانا چاہتا ہے)

یزد۔ ہاں! ہاں! اُٹھو! آؤ! ہم بھی ناچیں!

(سب لوگ دائرہ بنا کر کچھ دیر ناچتے ہیں)

کاوہ۔ (تھوڑی دیر رقص کرنے کے بعد، دائرہ سے نکلکر، بوری کندھوں پہ ڈالکر بچوں کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے) میرے بیٹو! تم بہت دیر کھیلے! تمہاری ماں، بیچاری منتظر ہو گی! آؤ! کوئلہ لے کر جلد چلیں! ورنہ آج فاقہ کرنا پڑے گا!

بہرام اور رستم۔ (ہمزبان ہوکر) چلیئے بابا جان!

(اپنی بوریاں کندھوں پہ ڈال کے دائیں طرف چلے جاتے ہیں۔ پرویز بائیں طرف سے نمودار ہوکر کمال مایوسی اور غم کی حالت میں بچوں کو رقص کرتے دیکھتا ہے)

چوتھا نظارہ

کسان ــــ بچے ــــ پرویز

شیریں۔ (پرویز کو دیکھکر) اوہو! پرویز!!

قباد۔ (پرویز کی طرف دوڑ کر) آہ! میری جان! میرا بیٹا! (پرویز کو پیار کرتا ہے۔ تمام کسان پرویز کے گرد جمع ہو جاتے ہیں) بیٹا!

تم آج کے دن خوب آئے! یہ مُبارک دن اکٹھے منائیں گے!!
(پرویز جواب نہیں دیتا۔ رنج وغم کے عالم میں چُپ چاپ کھڑا ہو جاتا ہے)
نوذر۔ آج کیا! اب ان کو کئی روز نہ جانے دو!
یزد۔ مگر یہ پریشان کیوں ہیں؟
قباد۔ (اپنے آپ) دُنیا میں اگر کسی سے مجھے محبّت ہے تو وہ یہ لڑکا ہے!
...... یہ میرا لڑکا نہیں! لیکن، اگر کوئی میرا لڑکا بھی ہوتا! تو شاید
مَیں اُس سے اس قدر محبّت نہ کرتا! ..... غریب لڑکا! مجھی کو
اپنا باپ خیال کرتا ہے! ..... اسے کچھ معلوم نہیں! جب اسے
میرے سپُرد کیا گیا تھا تو یہ دو برس کا ننھّا بچّہ تھا! ....
آہ! میری بیوی اسے دیکھکر کتنی خوش ہوئی تھی! ...... اُسی ہفتہ
ہمارے بچّے کا اِنتقال ہوا تھا —— (پرویز کو غمگین دیکھکر پیار سے)
بیٹا! اس طرح کیوں کھڑے ہو؟ .... کھیلو کودو! آؤ! ناچو!
لڑکے۔ (پرویز کو دیکھکر، اپنا کھیل چھوڑ چھاڑ کر، ایکدم چلاّ کر) او ہو!
پرویز! ...... (دوڑ کر پرویز کو گھیر لیتے ہیں، کوئی دامن پکڑ کر
کھینچتا ہے، کوئی بازو پکڑ کر، سب کے سب، اسے رقص کے دائرہ
کی طرف لیجانا چاہتے ہیں)
پرویز۔ (لڑکوں سے پیچھا چھُڑا کر ایک طرف جاتے ہوئے) مجھے چھوڑ دو!
لڑکے۔ (مایوس ہو کر ایک طرف ہٹ جاتے ہیں) آہ! کتنا! مغرور
ہو گیا ہے!

قباد۔ بیٹا! کیا بات ہے؟

پرویز۔ (قباد کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زار زار رونے لگتا ہے) ہائے!
بابا جان!..... بابا جان!! (کسان اور لڑکے حیران ہو کر دیکھتے ہیں)

قباد۔ بیٹا! تمہیں کیا ہوا؟..... پرویز!

فریبرز۔ آہ! یہ ضرور ظالم کے ظلم میں گرفتار ہو گیا ہے!

قباد۔ کہو! کہو! بیٹا! یہ کیا حالت ہے؟

پرویز۔ آہ! بابا جان!..... میں نہیں کہہ سکتا! (روتا ہے)

قباد۔ الٰہی خیر!..... میرا معصوم لڑکا!..... بیٹا! تھوڑی دیر بیٹھو!
آرام کرو! ذرا جی ٹھکانے ہو! (بیٹھ جاتا ہے۔ پرویز بھی اسکے پہلو میں بیٹھکر،
اُسکے سینہ سے سر لگائے ہوئے روتا ہے) کہو! میرے بیٹے! تمہیں کیا ہوا ہے؟

پرویز۔ آہ! بابا جان!... کیا کہوں؟... کیونکر کہوں؟... میری زبان نہیں اُٹھتی!

خسرو۔ کوئی عجیب معاملہ ہے!!

قباد۔ (لڑکوں سے) تم جاؤ! بیٹا! جاؤ! کھیلو!

(لڑکے چلے جاتے ہیں)

پانچواں نظارہ

(پچھلے افراد ——— بچوں کے سوا)

قباد۔ اب کہو بیٹا! تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تم نے تو ہمیں پریشان کر دیا!

پرویز۔ ہائے، بابا جان! میں وہاں کیوں گیا تھا؟ تم نے مجھے وہاں کیوں بھیجا تھا؟

قباد۔ کیوں؟ میرے بیٹے! اُنہوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تمہیں کیا تکلیف پہنچائی؟

پرویز۔ میرے قتل کا حکم ہوا ہے! بابا جان! میرے قتل کا!

قباد۔ ہائے!

کسان۔ خدا غارت کرے ظالم کو!

قباد۔ میں تمہیں بچاؤں گا! میرے بیٹے! میں بچاؤں گا!

پرویز۔ آہ! بابا جان! میری بجائے کل یا پرسوں ایک دوسرے کی جان جائیگی! ایک بیگناہ لڑکے کی! (رونے لگتا ہے)

قباد۔ بیٹا! وہ کیسے؟؟

پرویز۔ میرے قید اور قتل پر فرہاد کو مقرر کیا گیا تھا۔ رات کو اُس نے مجھے قید سے نکال دیا اور کہا کہ اپنی جان لے کر بھاگو! . . . . . .
اَبا جان! اُس نے میری جگہ اپنے بیٹے کو . . . . . .

سب۔ آہ! غریب!

خسرو۔ کیسی عظیم قربانی!

پرویز۔ میں نہیں گوارا کرتا تھا اَبا۔ میں اس طرح آزاد ہونا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے دو مرتبہ قید خانہ میں واپس جانیکی کوشش کی، مگر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور مجھے کسی طرح اندر نہ جانے دیا۔

کہنے لگا اگر تم نہ گئے تو ہم تینوں کی جان جائیگی! جب مَیں نے دیکھا کہ وہ نہیں مانتا تو مَیں چلا آیا! مگر اب، جس دن اُس لڑکے کو قتل کیا جائیگا مَیں وہاں پُہنچ جاؤں گا! اور اُس بیگناہ لڑکے کی جان بچاؤں گا!
.... مجھے اپنی جگہ خود قتل ہونا چاہیئے! باباجان!

قباد- آہ! نہیں! میرے بیٹے! اب تمہیں نہیں جانے دونگا!

پرویز- (گھبرا کر) نہیں جانے دو گے؟ ...... (کھڑا ہوکر) آہ! نہیں! مَیں جاؤنگا! مَیں ابھی جاؤنگا! اُف! میری بجائے ایک بیگناہ لڑکے کا قتل ....! ... اور کیسا قتل؟ ... خود اُسکے باپ کے ہاتوں! .... نہیں! نہیں! ... مَیں جاؤنگا! ..... (کچھ سوچتا ہے) آہ! ہمارا، ایک دوسرے کے ساتھ مرنے کا وعدہ تھا! ..... وہ مر جائے! اور مَیں زندہ رہوں؟ .... مَیں اپنی بجائے ایک اور بیگناہ لڑکے کو قتل کراکے، بچ جاؤں؟ .... نہیں! یہ نہ ہوگا! یہ ہرگز نہ ہوگا! .... ہم دونوں ساتھ مرینگے! ......
چھوڑو! باباجان! مجھے چھوڑ دو! مَیں جاتا ہوں!

قباد- (غصہ سے) ممکن نہیں! مَیں نہیں جانے دونگا!

پرویز- او میرے خدا! ..... اُسے قتل کر دیں گے! ... ہمارا ساتھ مرنے کا وعدہ تھا!

نوذر- وعدہ؟ ساتھ مرنے کا وعدہ؟؟ .... کچھ سمجھ میں نہیں آتا!

قباد- بیٹا! تم کس کے ساتھ مرنے کو کہتے ہو؟ تم نے کس سے وعدہ کیا ہے؟

پرویز۔ (دیوانہ وار) اُسکے ساتھ! ..... اُسکے ساتھ! .... ہائے!
اُسے قتل کر دینگے! ..... مَیں جاتا ہوں! ... مجھے چھوڑ دو!
.... ہم نے ساتھ مرنے کا عہد کیا ہے! .... وہ اپنے
عہد پر قائم رہے اور مَیں عہد توڑ دوں! ..... آہ! جس نے مجھ پر،
میری خاطر! ہر چیز قربان کر دی ہے! .... مَیں اُسکے ساتھ، اپنا
قول پورا نہ کروں! .... نہیں! مَیں جاتا ہوں! جاتا ہوں! .....
مجھے چھوڑ دو!

قباد۔ وہ کون ہے؟ .... میرے بیٹے! ... جس کا تم کہتے ہو وہ کون ہے؟

پرویز۔ وہ! ... آہ! وہ! ...... مَیں جاتا ہوں!

قباد۔ کہو! میرے بیٹے! آخر وہ کون ہے؟

پرویز۔ وہ ...... خوب چہر! .... ضحاک کی لڑکی!

قباد۔ وا مصیبتا!

سب۔ ہائے! بیچاری لڑکی!

قباد۔ آہ! میری بدنصیبی! ... میرے بیٹے! یہ کیا معاملہ ہے؟

پرویز۔ وہ مجھ سے محبّت کرتی ہے! مَیں اُس سے محبّت کرتا ہوں!
...... اُس کا ظالم باپ، چاہتا تھا کہ اُس کی قحطان سے
شادی کر دے! مگر اُس نے نہ مانا! ہم نے آپس میں عہد کیا تھا
کہ اگر اس اِنکار کا نتیجہ قتل ہوا تو، ہم دونوں ساتھ قتل ہونگے!
.... چنانچہ ہم دونوں نے ضحاک سے سب کچھ کہہ دیا اور اُس نے

غضبناک ہو کر حکم دیا کہ ہم دونوں کو قتل کر دیا جائے اور ہمارے سر کے نیچے سانپوں کو کھلا دیئے جائیں۔ ......

سب۔ خدا سے غارت کرے!

پرویز۔ آہ! آج یا کل اُس کو قتل کر دیا جائیگا! کیا اس صورت میں مَیں بھاگ کر جان بچاؤں؟ .... نہیں! نہیں! کبھی نہیں!

قباد۔ بیٹا! وہ اُس کی اپنی لڑکی ہے! اِنسان اپنے لختِ جگر کے قتل کا حکم نہیں دے سکتا! وہ اُسے معاف کر دیگا! تم فکر نہ کرو!

پرویز۔ آہ! بابا جان! تمہیں کیا معلوم؟ وہ کیسا ظالم ہے! رحم و شفقت کے لفظ تو اُسے قدرت نے سکھائے ہی نہیں! ... وہ ضرور اپنی لڑکی کو قتل کرا دیگا! ...... ساتھ ہی اُس غریب لڑکے کی جان بھی جائیگی! ..... نہیں! نہیں! .... مجھے ضرور جانا چاہیئے! مَیں ضرور جاؤں گا! .....

قباد۔ بیٹا! تم نے فرہاد سے کیوں نہ کہا؟ شاید لڑکی کے لئے بھی وہ کوئی صورت نکالتا!

پرویز۔ آہ! فرہاد نے مجھ سے اُس کی رہائی کا بھی وعدہ کیا تھا! مگر وہ کیونکر رہا کرائیگا! یہ اُس کے بس کی بات نہیں!

توذر۔ بھئی، اس میں تو کچھ شک نہیں کہ ضحاک کی لڑکی قتل نہیں کی جا سکتی! اور پھر وہ لڑکا بھی فرہاد کا ہے! اِس لئے دونوں کو رہا کر دیا جائیگا!

قباد۔ بے شک! ایسا ہی ہو گا!

پرویز۔ آہ! مَیں اس پر یقین نہیں کر سکتا!

قباد۔ تم گھبراؤ مت!

پرویز۔ (انتہائی رنج سے) آہ! کیا اب مجھے ایک دفعہ بھی اُس کا دیدار نصیب نہ ہوگا! (روتا ہے)

قباد۔ میرے بیٹے! مایوسی سے اُمید ہمیشہ اچھی ہوتی ہے!...... آج کا دن! ایک مُبارک دن ہے! آؤ! ایک دفعہ سب مل جُل کر عبادت کریں! خدا نے چاہا تو ہماری مُراد پوری ہوگی!

پرویز۔ افسوس! تمہیں نہیں معلوم! کہ جمشید کے معتقدوں کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ اُن کا مال اسباب، ضبط، اور اُن کی اولاد کو، سانپوں پر قربان کرنے کیلئے گرفتار کیا جا رہا ہے!

سب۔ آہ! ظالم! خدا اُسے غارت کرے!

قباد۔ اب تو ظالم کا ظلم برداشت سے باہر ہوا جاتا ہے!...... آؤ! ایک دفعہ تو اور جمشید کی عبادت کر لیں! کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی!

سب۔ اُٹھو!

(پرویز کا بازو پکڑ کر اُٹھاتے ہیں۔ اور پچھلا ترانہ گاتے ہوئے، عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بچے علیحدہ رقص کرتے ہوئے، بائیں طرف سے نمودار ہوتے ہیں۔ سب کے سب کچھ دیر اسی طرح رقص میں مصروف رہتے ہیں...... ایک ٹیلہ کی آڑ میں چھپے ہوئے دس پندرہ مسلح سپاہی، ان کی طرف بڑھتے ہیں)

چھٹا نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ سپاہی)

قباد۔ (سپاہیوں کو دیکھکر) آہ! ..... (رقص کا دائرہ توڑ دیتے ہیں)

افسر۔ جمشیدی مذہب کی عبادت کر رہے ہو! خوب!

خسرو۔ کیوں نہ کریں؟ جس طرح تم اپنی سانپوں کی عبادت کرتے ہو! اُسی طرح ہم بھی اپنی مذہبی عبادت کرتے ہیں!

افسر۔ سرکاری ممانعت کا حال نہیں سُنا تم نے!

خسرو۔ نہ ہم نے سرکاری ممانعت کا حال سُنا ہے نہ ایسی ممانعت کی ہمیں پروا ہے!

افسر۔ بہت خوب!

(بچے بھی رقص چھوڑکر، ایک طرف کھڑے ہوکر دیکھتے ہیں)

خسرو۔ ہاں! اِس لئے کہ ہر شخص اپنے دل کا مختار ہے!

افسر۔ ٹھیر جا! مختاری کا حال ابھی معلوم ہوا جاتا ہے! (سپاہیوں کو بچوں کی طرف اشارہ کرکے) پکڑلو! ان کو!!

خسرو۔ خبردار ـــ!

نوذر۔ نہیں پکڑ سکتے!

یزد۔ پہلے ہمیں قتل کردو! اسکے بعد ... (سب کے سب اپنی

لاٹھیاں سنبھال کر، سپاہیوں اور بچوں کے بیچ میں آجاتے ہیں)

افسر۔ میں کہتا ہوں! پیچھے ہٹ جاؤ!

کسان۔ (ہمزبان ہوکر) نہیں! ہم یہیں کھڑے رہیں گے!

افسر۔ یہ بات ہے تو کھڑے رہو! (سپاہیوں سے) جاؤ! (ٹیلہ کی طرف اشارہ کرکے) وہ گائے، بکریاں، جو نظر آتی ہیں نا! ان کو گھیر کے یہاں لے آؤ! (سپاہی جاتے ہیں)

خسرو۔ کاہے کے لئے؟ ان کا کیا ہوگا؟

قباد۔ (خسرو سے) لانے دو! جو چاہیں کریں! انسانوں سے بس نہیں چلتا، تو جانوروں کو پکڑتے ہیں!

شیریں۔ پکڑتے ہیں! میری گائے کو بھی پکڑلیجائیں گے؟

یزد۔ میری بکریوں کو بھی؟؟

قباد۔ لیجانے دو! کچھ پروا نہیں! ہم بچے کھچے چوپایوں کو آپس میں بانٹ لیں گے! اتنے جانور، ظالم کے ظلم پر قربان ہونے دو!

سب۔ ہائے! ہائے! (بچے ڈرے، سہمے، ایک طرف کھڑے ہیں سپاہی چند گائیں، بکریاں، اور بھیڑیں گھیر کے لاتے ہیں)

شیریں۔ (دوڑ کر ایک گائے سے لپٹ کر چومتے ہوئے) آہ! ایک گائے کم ہوجائیگی! ......

یزد۔ (ایک بکری کو پیار کرکے) ہائے! میری بکری! میں نے کتنی محنت مشقت سے اس کی پرورش کی تھی!

فریبرز۔ (ایک بیل کا سر سہلاتے ہوئے) آہ! میرا بیل! مَیں اب جنگل سے لکڑیاں کاہے پہ لاد کر لاؤں گا ـــــ ؟

نوذر۔ (ایک بھیڑ کو چمکار کر) آہ! میری بھیڑیں!

خسرو۔ ہائے! زبردستی، ہمارے مویشی چھینے لیتے ہیں!

قباد۔ چھینے دو! لیجانے دو! ....

(سپاہی جانوروں کو گھیر کر لے جاتے ہیں)

ساتواں نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ سپاہیوں کے سوا)

قباد۔ (ایک طرف کھڑا ہوا بچوں سے جو ڈر کے مارے کانپ رہے ہیں) آؤ! میرے بچو! ..... آؤ! ..... خدا نے تمہیں ظالم کے پنجہ سے بچایا! ..... دُعا کرو!

خسرو۔ مَیں کبھی بچوں کو نہ لیجانے دیتا! چاہے وہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کر دیتے! ....

نوذر۔ بے شک! ہم نے اپنے جانوروں کو چھوڑ دیا۔ مگر ہم اپنے بچوں کو نہیں چھوڑ سکتے تھے! (ایک بچہ کو گود میں لے کر پیار کرتا ہے)

بچہ۔ آبا! ہماری بکریوں کو کہاں لیگئے ہیں؟ اب ہم دودھ کس کا پئیں گے؟

نوذر۔ کوئی ہرج نہیں! بٹیا! ہم دودھ نہیں پئیں گے!

ایک اور بچہ۔ (فریبرز سے) ہمارا بیل پکڑ کر لیگئے! آبا! آب ہم لکڑیاں کاہے پہ لاد کے لائیں گے؟

فریبرز۔ میں اپنے سر پہ اُٹھا کے لاؤنگا! بیٹا! (بچے اُداس ہو کر چلے جاتے ہیں)

خسرو۔ (قباد سے) سچ تم کہتے تھے کہ ہمارا دھن دولت کوئی نہیں لوٹتا! کیا دھن دولت نہ لوٹنا، اسی کو کہتے ہیں؟ تم نے کہا تھا، ہم اپنی عبادت آزادی سے مصروف ہیں! کیا آزادی ایسی ہی ہوتی ہے؟

(قباد جواب میں، نہایت رنج و غم کی حالت میں سر جھکا لیتا ہے)

پرویز۔ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ خاص فوجیں بھرتی کی گئی ہیں، اور اُن کو، ہماری تباہی کے لئے مقرر کیا گیا ہے! دیکھو! یہ اُنہی فوجوں کے سپاہی تھے یہ نہ سمجھو کہ وہ جانوروں ہی پہ بس کریں گے! اُن کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ جمشید کے مذہب پر قائم رہنے والے لوگوں کے بچوں کو بھی پکڑ کر لیجائیں؛ تاکہ ان کو ضحاک کے معبودوں پر قربان کیا جائے!

نوذر۔ آہ! جب انہوں نے میرے بچے کو پکڑا ہے! سچ کہتا ہوں مجھ سے اس وقت صبر نہیں ہوسکتا تھا! میں مرتے دم تک اس کو بچانے کی کوشش کرتا!

یزد۔ اور کیا اب نہ کروگے؟ اگر آج اُنہوں نے چھوڑ دیا تو تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ پھر نہ آئیں گے! ہوسکتا ہے کل صبح ہی وہ پھر آدھمکیں!

خسرو۔ چلو! وہ ہمارے بچوں کو چھوڑ بھی دیں تو کیا ہے! آخر ہمارے دوسرے بھائیوں کے بچوں کو تو پکڑ کر لے ہی گئے ہیں! ..... اس کا کچھ نہ کچھ علاج ضرور سوچنا چاہیئے۔

قباد۔ علاج!.... آہ! صبر کے سوا کوئی علاج نہیں!

خسرو۔ آہ! (مایوسی کے عالم میں، دونوں ہاتوں سے سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ دوسرے بھی گہری فکر میں ڈوب جاتے ہیں)

پرویز۔ (سوچتے ہوئے اپنے آپ) آہ!..... کاش کہ! مجھے پکڑ لیجاتے ..... مَیں ایک مرتبہ تو اور اُسے دیکھ لیتا!....... آہ! مَیں یکدفعہ اور اُسے دیکھ سکتا تھا! کس درجہ بدنصیبی ہوگی، اگر مَیں دوبارہ وہاں نہ جا سکا! ..... جس جگہ کبھی وہ چلتی پھرتی تھی،..... کاش اُس مبارک زمین پر مَیں اپنی آنکھیں مل سکتا!...... آہ! یہ سبزہ زار! جنہیں مَیں کبھی اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا تھا! یہ کوہسار، جن میں میری اتنی عمر گزری ہے! اب تو، میرے لئے قیدخانہ سے بدتر ہیں! جہنم سے بڑھکر ہیں!..... آہ! مَیں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا!..... نہیں، زندہ رہ سکتا!..... نہیں! نہیں!..... جاتا ہوں! ضحاک کے پیروں پہ گرتا ہوں ..... معاف کر دیگا! کاش کے فراش بن کے رہوں!..... خادم بن کے رہوں!..... مگر وہاں رہوں!..... زیادہ نہیں! دن میں ایک مرتبہ، وہ صُورت نظر آجایا کرے!...... مگر...... افسوس! مَیں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ ..... مَیں کس کی صُورت دیکھوں گا؟ ..... آہ، وہ تو قیدخانہ میں ہے!..... شاید..... مگر..... آہ!

(رونے لگتا ہے۔ کاوہ اپنے بچوں کے ساتھ، کوئلہ لئے، پسینہ پونچھتا ہوا

دائیں طرف سے نمودار ہوتا ہے)

آٹھواں نظارہ

(پچھلے افراد — کاوہ — بہرام — رستم)

کاوہ۔ (سر اونچا کر کے تعجب سے کسانوں کی طرف دیکھکر ...) یہ کیا بات ہے؟
.... کہاں وہ صبح کی حالت ..... وہ عبادت! وہ رقص!
.... کہاں یہ حال ... کہ ہر ایک ایک طرف بیٹھا ہوا، سر جھکائے
کچھ سوچ رہا ہے ..... (بچوں کی طرف دیکھکر) بچوں کی بھی وہی
حالت ..... ! عجیب بات ہے ...... (خسرو کے پاس جا کر
اُس کی پیٹھ پہ ہات رکھکر) کیوں بھائی! یہ کیا بات ہے؟ وہ صُبح کے
قہقہے چہچہے کیا ہوئے؟ .....

خسرو۔ (سر اُٹھا کر) مت پوچھو! بھائی! مت پوچھو!

کاوہ۔ (قباد کے پاس جا کر) یہ کیا ہوا؟ .... یہ سنّاٹا کیوں ہے؟

قباد۔ (سر اُٹھا کر کاوہ کی طرف نظر کر کے) ظالم کا ظُلم!

کاوہ۔ (تعجب سے سب پر ایک نظر ڈال کر) کیا ہوا؟ خدا خیر کرے کیا ہوا؟

شیرویہ۔ لمبی چوڑی بات ہے!

کاوہ۔ میں بھی جبتک سُن نہ لونگا، یہاں سے نہیں ہلونگا! (بوری کو زمین پر
رکھکر بیٹھ جاتا ہے) بیٹھو! میرے بیٹو! (لڑکے بھی اپنی بوریاں زمین پر

ڈال دیتے ہیں) ابتو، پوری بات سُن کر ہی جاؤں گا! (قباد سے) بابا! تم کہو! یہ تو بہت گھبرائے ہوئے ہیں! زبان سے پوری سی بات بھی نہیں نکلتی! تم اچھی طرح کہہ سکتے ہو!

قباد۔ بیشک! مجھ پر کسی چیز کا بھی اثر نہیں ہوتا! مگر اس وقت جبکہ ان لوگوں کی راحت و مسرت کا تمام سامان غارت کر دیا جائے! اور ان کی اولاد کو ان سے چھین کر، ایک حقیر کیڑے کی بھینٹ چڑھا دیا جائے.......

کاوہ۔ (بات کاٹ کر، اور غصہ سے کھڑا ہو کر) آہ! ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیگئے؟........

قباد۔ نہیں!.... اُن کو پکڑ کر لیجانا تو چاہتے تھے! مگر قابو نہ پاسکے! اگر ہم مقابلہ نہ کرتے تو موذی سب کو چُن چُن کر لیجاتے!

کاوہ۔ (غصہ سے زمین پر پاؤں مار کر) آہ! ظالم! خدا اُسے غارت کرے!

نوذر۔ ہمارے بچوں کو تو نہیں پکڑ سکے، لیکن ہماری بھیڑ بکریوں، اور گائے بیلوں کو چھین کر لے گئے۔ اب ہم کیونکر گزر کریں گے؟

کاوہ۔ آدمی بھوک سے مر نہیں جاتا! خدا روزی رساں ہے! یہی غنیمت ہے کہ وہ ہماری اولاد پر ہاتھ نہ ڈالیں....... انسان اس دنیا میں تمام چیزیں لٹا سکتا ہے! تمام چیزوں کا نقصان اٹھا سکتا ہے!.... وہ کسی چیز کی پروا نہیں کر سکتا! مگر اولاد.... اولاد کو کھونا! اس کی برداشت سے باہر ہے!.... بکریوں پر جان دینا بیوقوفوں کا کام ہے!.... مگر اپنی اولاد کی خاطر، انکے بچانے کی خاطر

مرنا بہادری کا کام ہے! .... گائے بکریوں کے لئے، سچ یہ ہے کہ
اتنا ریخ کرنا ٹھیک نہیں! ...... (اپنے بچوں سے) اُٹھو! میرے
بیٹو! اُٹھو! چلیں! ..... (کسانوں سے) آب جبکہ تم نے اپنی اولاد کو
بچا لیا ہے! ... فکر کرنے کی جگہ خوشی مناؤ! ...... خدانخواستہ
اگر وہ تمہارے بچوں کو پکڑ کر لیجاتے، تو اُس وقت تمہارا غمگین ہونا
بجا تھا!

یزد - مگر رونا تو یہ ہے کہ آج نہیں کل! کل نہیں پرسوں، پھر آ گئے، اور
خدا نہ کرے ان کو پکڑ کر لے گئے تو کیا ہوگا؟ ....

کاوہ - اگر ایسا ہو تو جو نہ کرو کم ہے! مجھ سے بھی جو کچھ ہو سکیگا، کرونگا!
.... جب دیکھو! کہ وہ تمہاری اولاد پر ہاتھ ڈالنے والے ہیں
تو مجھے بھی خبر کرنا .... ہم اکٹھے ان کا مقابلہ کرینگے!

قباد - آہ! تم ایک مرد آدمی ہو!

کاوہ - میں حق اور انصاف کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں!

قباد - یہ بات ہے تو جس وقت بھی ہمارے بچوں پر مُصیبت آئی، ہم تمہارے
پاس آئیں گے! تم پر کچھ زیادتی ہو تو تم یہاں آجانا .... ہم سے
اور کچھ نہ بن پڑا تو اتنا تو ہوگا کہ آپس میں دل کو تسلّی دے لینگے!

کاوہ - بہت اچھا! (لڑکوں کی بوریاں اُن کے کندھوں پر رکھکر)
ذرا مجھے سہارا دینا (یزد کاوہ کو اُس کی بوری اُٹھانے میں مدد دیتا
ہے۔ کاوہ جاتا ہے) تمہیں آج کے مُبارک دن اس طرح غمگین نہیں

ہونا چاہیئے! یہ مردی کے خلاف ہے۔ آج تو خوب ناچو کودو، خوشی مناؤ! اور ہاں! دیکھنا! اگر کوئی بات ہو تو مجھے نہ بھولنا! فوراً خبر کرنا!

یزد۔ ضرور! ضرور!

کاوہ۔ خدا حافظ! بھائیو! (بچوں سے) چلو! میرے بیٹو!
(بائیں طرف سے جاتے ہیں)

نواں نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ کاوہ اور اُسکے بچوں کے سوا)

یزد۔ یہ لوہار ٹھیک کہتا ہے! ..... اگر ہماری بکریوں کو لیگئے تو کیا ہے؟ ہمارے بازو سلامت چاہئیں! ..... محنت مشقت سے گزر کرینگے! ..... بھوکوں تو مرنے سے رہے! ..... اِس پریشانی سے کیا فائدہ ــــ؟

نوذر۔ بچو! آؤ! کھیلو! کودو! (بچے اکٹھے ہوکر دائرہ بناکر کھیلنا شروع کردیتے ہیں)

یزد۔ (دوسرے کسانوں سے) فکر نہ کرو! فکر کس چیز کا ہے؟

خسرو۔ فکر کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا! اور پھر آج کے سے مبارک دن تو فکر کرنا بھی گناہ سے کم نہیں!

(ایک ایک کر کے سب پچھلے ترانہ کو غمگین لہجہ میں گانے لگتے ہیں۔ کچھ دیر بعد دس بیس سپاہی نمودار ہوتے ہیں)

دسواں نظارہ

(پچھلے افراد ــــ سپاہی)

افسر۔ دیکھیں! اب بھی ان لڑکوں کو نہ لیجانے دو!

کسان۔ (سپاہیوں کو دیکھکر سب کے سب) آہ! (کھیل چھوڑ کر ایک طرف ہٹ جاتے ہیں)

افسر۔ (سپاہیوں سے) پکڑ لو! ان لڑکوں کو! میں بھی دیکھوں! یہ کیونکر بچاتے ہیں؟ (سپاہی بچوں کی طرف ــــ جو ابتک کھیل میں مصروف ہیں ــــ بڑھتے ہیں، بعض بچے بھاگ جاتے ہیں، بعض پکڑے جاتے ہیں)

نوذر۔ او خدا! میرا بچہ!

ایک بچہ۔ ابا! مجھے چھڑاؤ! مجھے چھڑاؤ!

نوذر۔ (عاجزی سے) رحم! رحم! مجھے قتل کر دو! مگر بچہ کو چھوڑ دو!

افسر۔ (نوذر کو دھکا دے کر) صبح تو نے رحم کی درخواست نہ کی!! جا اب بھی اپنی جماعت کا ساتھ دے! میں دیکھوں گا!

خسرو۔ (نوذر کو غصہ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے) ان نامردوں سے درخوست نہ کرو!

نوذر۔ ہائے! کیا کروں؟ میرا بیٹا! میرا بیٹا!

خسرو۔ میرا بھی تو بیٹا پکڑا گیا ہے!

خسرو کا لڑکا۔ ابّا! ہمیں چھڑاؤ! ...... (سپاہی ہاتوں سے بچّوں کا مُنہ بند کر لیتے ہیں)

خسرو۔ میرے بیٹے! خدا تمہیں چھڑائیگا!

قباد۔ (افسر سے) اِنصاف سے کام لو! انصاف سے! آخر ہمارا قصور کیا ہے؟

افسر۔ (سپاہیوں سے پرویز کی طرف اشارہ کرکے) اس کو بھی پکڑ دو! (سپاہی پرویز کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں)

قباد۔ (سپاہیوں کے پیچھے دوڑتے ہوئے) نہ کرو! .... آہ! اتنا ظُلم نہ کرو! رحم!! ..... (افسر سے) مَیں درخوست کرتا ہوں! ..... حکم دو! کہ اس لڑکے کو چھوڑ دیں! .... یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے! ..... آہ! دُنیا میں اس کے سوا میرا کوئی نہیں!!

افسر۔ (قباد کو الگ کرکے) سامنے سے ہٹ جا!

خسرو۔ (سختی سے قباد کو پیچھے ہٹاتے ہوئے) درخوست نہ کرو! مَیں کہتا ہوں! اِن سے کوئی درخوست نہ کرو!

قباد۔ آہ! .... میرا لڑکا ...... (روتا ہے)

پرویز۔ (سپاہیوں کے ساتھ قباد کے پاس سے گزرتے ہوئے) باباجان! صبر! مَیں اپنی خوشی سے وہاں جاتا ہوں! ... مَیں نے پہلے ہی سے اپنے دل میں مرنے کی ٹھان رکھی ہے! ..... الوداع!

قباد۔ ہائے! میرے بیٹے! (دوڑ کر پرویز کو سینہ سے لگا لیتا ہے۔ سپاہی زبردستی الگ کر دیتے ہیں۔ قباد نیچے گر پڑتا ہے) آہ!

شیرویہ۔ آہ! بس نہیں چلتا!

(سپاہی پرویز اور دوسرے بچوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں)

نوذر۔ آہ! میرا بچہ!

خسرو۔ آہ! میرا بیٹا!

گیارھواں نظارہ

(قباد ـــ خسرو ـــ نوذر ـــ یزد ـــ شیرویہ)

یزد۔ لوگو! یہ بھی مقدر میں بدا تھا!

شیرویہ۔ آؤ! ہم اُن کے پیچھے جائیں! اور بچوں کو اُن سے چھین لائیں! چلو! یا تو اُن کو ساتھ لے کر آئیں گے! یا اسی کوشش میں قتل ہو جائیں گے!!

قباد۔ ممکن نہیں! وہ اکٹھے بیس ہیں!...... ہائے! میرا بیٹا!

نوذر۔ میرا لڑکا!...... آہ! میرے ایک لڑکے کو لیگئے!...... نہیں! نہیں! اب مجھ سے ضبط نہیں ہو سکتا!..... چلو! چلو! اُن کا پیچھا کریں!

خسرو۔ آؤ! پہلے اُس لوہار سے ملیں!..... اگر اُس کے مشورہ سے کوئی صورت نکل آئی تو..... خیر! ورنہ ہم اُن سے جا کے

کہیں گے کہ پہلے ہمیں قتل کر دیں۔ . . . ہم جیتے جی اپنی اولاد کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتے! . . . . نہیں برداشت کر سکتے!

یزد۔ بیشک! چلو! چلیں! لوہار کو ڈھونڈھیں!

سب۔ بے شک! چلو!

(لاٹھیاں سمبھال کر چلنے کو تیار ہوتے ہیں)

قباد۔ (اپنی لاٹھی اُٹھا کر) آؤ! چلیں! خدا ہماری مدد کرے گا!

(جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

چوتھا منظر!

ایک لوہار کی دوکان ـــــ بیچ میں ایک بھٹی ہے۔ بھٹی کے پاس ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی بھرا ہے۔ بھٹی کے دائیں طرف ایک اہرن اور اسکے پاس ہی دو تین ہتوڑے رکھے ہیں۔ آس پاس بہت سے توے، اور ٹوٹے پھوٹے برتن بکھرے ہیں۔ پردہ اُٹھنے پر کادہ کی بیوی مہربان بھٹی میں کوئلے ڈال کر آگ دہکاتی نظر آتی ہے۔

پہلا نظارہ

(مہربان ـــــ تنہا)

مہربان۔ (اپنے آپ) کوئلے ختم ہو گئے ..... کام کہیں سے نہیں آیا! ...... (چھینکے کی طرف دیکھکر) رات کو کھانے کیلئے روٹی بھی نا ہے ..... کھائیں گے کیا؟ ..... اگر رُستم کے ابا آجاتے اور جھٹ پٹ، دو ایک سنڈاسیاں تیار کر دیتے تو رستم بڑے بازار میں جاکے بیچ لاتا ...... ایک روٹی بھی آتی، تو ایک ایک ٹکڑہ بانٹ کھاتے ..... ہائے! لو غریبی بھی کیا بُری بلا ہے! ..... دن بھر کام کرو! رات بھر کام کرو! ..... اور پھر بھی پیٹ کے پتھر

باندھ کے سو جاؤ! .... ہم تو چلو، بھوکے بھی گزر کر لیں ... مگر بیچارے بچّے کہاں جائیں؟ .... ابھی ہارے تھکے آتے ہونگے .. خالی پیٹ! ...... آتے ہی روٹی مانگیں گے! (ایک دیگچی اُٹھاکر) تھوڑا اسا دَلیا تو رکھا ہے۔ اسی کو پکا رکھوں! ... روٹی بھی خدا بھیج دے گا! (کونہ میں سے ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اُٹھاکر، دیگچی میں پانی ڈالتی ہے) روٹی اگر نہ بھی ملی تو بچّوں کا پیٹ تو اس سے بھر ہی جائیگا! (دیگچی کو آگ پر رکھتی ہے) بچّوں کے آنے تک تو یہ پک پکا کے تیار ہو جائیگا! ..... ایک روٹی بھی ہوتی تو اچھّا تھا! ...... کیا مُصیبت ہے! ..... آج کے سے مُبارک دن بھی کام کرنا! تلاش کرنا! اور پھر بھی بھوکا سونا! (ایک دو لوہے کے ٹکڑے اُٹھاکر) ان کی دو سنڈاسیاں بن سکتی ہیں۔ ان کی قیمت سے ایک روٹی آجاتی! ...... مگر آج بک بھی جائیں گی؟ الٰہی ...... اب کب بنیں گی؟ اور کب بکیں گی؟ .... اگر کوئی گاہک نہ آیا تو آج بھی فاقہ کرنا پڑے گا! .....

باہر سے کسی کی آواز۔ آہا! یہ رہی لوہار کی دوکان! .....

مہربان ۔ کوئی آیا تو! ...... خدا کرے کوئی گاہک ہو! ......

(دائیں طرف سے ایک دیہاتی، ہاتھ میں ایک ٹوٹی ہوئی کلہاڑی لئے، گھبرایا ہوا آتا ہے)

دُوسرا نظارہ

(مہربان ——— دیہاتی)

دیہاتی۔ (گھبراہٹ سے چاروں طرف نظر دوڑا کر) کہاں ہے؟ کہاں ہے؟

مہربان۔ (ڈرتے ہوئے کپکپاتی ہوئی آواز میں) کون؟..... بھائی! کسے پوچھو ہو؟

دیہاتی۔ (جلدی سے دوکان کے اندر آکر) کہاں گیا ہے؟ کہاں گیا ہے؟

مہربان۔ اُن کو پوچھو ہو؟ کسے پوچھو ہو؟ (اپنے آپ) گاہک کا ئیے کو سے پوچھے ہے؟ کہیں ہمپر کوئی مُصیبت نہ آجائے!..... (دیہاتی) کسے پوچھو ہو؟ مجھے بتاؤ نا؟

دیہاتی۔ تم؟..... کچھ..... تم ہو؟..... لوہار تم ہو ——؟

مہربان۔ مَیں نہیں! میرا شوہر ہے!..... کیا چاہیئے؟

دیہاتی۔ ہاں! ہاں! تمہارے شوہر سے کام ہے! وہ کہاں ہے ——؟

مہربان۔ ابھی آئے جاتے ہیں!..... ذرا ٹھیرو!

دیہاتی۔ ٹھیرنے کا وقت کانہیں!..... کیا یہاں کسی اور لوہار کی دُکان نہیں؟

مہربان۔ نہیں! نہیں! بس ابھی آیا ہی سمجھو!

دیہاتی۔ (کلہاڑی زمین پر رکھکر اُسکے پاس بیٹھ جاتا ہے) کیوں جی! تھوڑا سا پانی ہوگا!

مہربان۔(پیالے میں پانی بھر کر دیہاتی کو دیتے ہوئے اپنے آپ) خدا کرے رُستم کے ابّا جلدی آجائیں۔ اس سے دو تین پیسے ملیں گے تو روٹی آجائیگی!

دیہاتی (پانی پی کر پیالہ دیتے ہوئے) آہ!..... (پیٹ کے ہاتھ لگا کر) اُف! میرا پیٹ خالی ہے .... کچھ روٹی ہوگی ——؟

مہربان۔(اپنے آپ) مجھ سے سب روٹی ہی مانگتے ہیں!... (بلند آواز سے) روٹی تو ختم ہوگئی ... ایک ٹکڑا ابھی نہیں ......!

دیہاتی۔اچھا تو، میں جاتا ہوں! تمہارا شوہر آئے اتنے میں روٹی کھا آؤں!

مہربان۔تمہارے آنے تک وہ بھی آچکے ہونگے! تم اپنی کلہاڑی چھوڑ جاؤ! وہ آتے ہی ٹھیک کر دینگے، تم آؤ گے تو تیار ملے گی!

دیہاتی۔(اپنی گٹھری اُٹھا کر) بہت اچھا! (کلہاڑی کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو! یہ اس جگہ سے ٹوٹی ہے! اس طرح جوڑے کہ پھر کھلنے نہ پائے!

مہربان۔(کلہاڑی کو ہاتھ میں لیکر غور سے دیکھتے ہوئے) بہت اچھا! بہت اچھا!

دیہاتی۔مگر دیکھنا! دیر نہ ہو! مجھے بہت جلدی ہے!..... اس سے پہلے وہ کسی کام کو ہاتھ نہ لگائے!

مہربان۔بہت اچھا! (اپنے آپ) دوسرا کام ہی کہاں ہے؟

دیہاتی۔(جاتے ہوئے) میں آؤں تو تیار ملے!

مہربان۔اچھا! اچھا!

(دیہاتی جاتا ہے)

تیسرا نظارہ

(مہربان ——— تنہا)

مہربان۔ (اپنے آپ) اللہ پاک کسی کو بھوکا نہیں رکھتا! .... اسکی مزدوری کے پیسوں سے آج رات کی روٹی تو آجائیگی! کل کا بھی اللہ مالک ہے! ...... اتنے میں لسے نہالوں! .... رستم کے ابا آئیں تو جھٹ سے تیار کر دیں! (کلہاڑی کو کوئلوں پہ رکھکر، دھونکنی سے ہوا دیتی ہے) ...... پہلے تو کام کا کال نہیں تھا! دونوں وقت کی روٹی کا گزر ہو جاتا تھا! ... اب اللہ جانے کیا ہوگیا ہے؟ ...... (پاؤں کی چاپ سُنائی دیتی ہے) آہا! رستم کے ابا آگئے!

(کاوہ بچوں کے ساتھ تھکا ہارا داخل ہوتا ہے)

چوتھا نظارہ

(کاوہ ——— مہربان ——— بہرام ——— رستم)

کاوہ۔ (مہربان سے) ذرا بوری اُتروانا! (مہربان بوری اُتارنے میں مدد دیتی ہے)

مہربان۔ کوئلہ دس بارہ دن تو کافی ہوگا!

کاوہ۔ (بچوں کی بوریاں اُتارتے ہوئے) کیا کریں کام ہی نہیں ملتا کہ .....

(بچوں سے) میرے بیٹو! تھک گئے ہو گے!

بہرام۔ نہیں آبا! ہم بالکل نہیں تھکے!

رستم۔ تھکے تو نہیں مگر بھوک لگی ہوئی ہے . . . . .

مہربان۔ (رستم کو بغل میں لے کر) آہ! میرا بیٹا!

کاوہ۔ (مہربان سے) روٹی ہے کچھ؟

مہربان۔ (اداسی سے) ایک ٹکڑہ بھی نہیں!

کاوہ۔ (دونوں بچوں کو بغل میں لے کر) آہ! میرے بیٹو! تم تھکے ہوئے بھی ہو اور بھوکے بھی!

بہرام۔ کوئی بات نہیں آباجان! اگر ہوتی تو کھا لیتے! اگر نہیں تو صبر کرینگے!

کاوہ۔ (بہرام کو پیار کرکے) میرا بیٹا! بہت عقلمند ہو گیا ہے اب! (رستم سے) میری چھوٹی بیٹیا! تجھ میں بھوک کی ہمت نہیں! تو ابھی بہت چھوٹی سی ہے!

رستم۔ اگر آگئی! تو کھا لوں گا باباجان!

کاوہ۔ (رستم کو پیار کرکے) میرا چاند! میرا بیٹیا!

مہربان۔ ایک آدمی یہ کلہاڑی دے گیا ہے۔ ذرا جلدی سے بنا دو! ایک گھڑی میں واپس آنے کو کہہ گیا ہے . . . . . مگر تم تو تھکے ہوئے ہو!

کاوہ۔ تکان کی پروا نہیں! بچے بھوکے ہیں۔ (جلدی سے بھٹی کی طرف آکر کلہاڑی کو اٹھاتا ہے اور اہرن پہ رکھکر بڑے ہتوڑے سے کوٹنا شروع کرتا ہے)

مہربان۔ (بچوں کو دیگچی بتا کر) یہ دیکھو! میرے بچو! اس میں دلیا پک رہا ہے
ابھی وہ کلہاڑی کا مالک آ کے اس کی مزدوری دیگا تو روٹی بھی
کھا لینا!

کاوہ۔ میرے بیٹو! کام میں لگ جاؤ گے! تو تھوڑی دیر بھوک کا خیال جاتا
رہیگا۔ آؤ! ہم تمہیں ایک کام بتائیں (دو چار لوہے کے ٹکڑے دے کر)
ان کو مانجھ کے صاف کر لو! زرا!

بہرام اور رستم۔ (ہمزبان ہو کر) بہت اچھا! ابا جان! (لوہے کے ٹکڑوں کا
زنگ اُتارنا اور اُن کو صاف کرنا شروع کر دیتے ہیں)

کاوہ۔ (مہربان سے) زرا تم دھوکنی کے پاس آ بیٹھو!

مہربان۔ بہت اچھا! بھٹی کے پیچھے جا کر دھوکنی ہلاتی ہے)

کاوہ۔ (آگ میں سے کلہاڑی نکالتا ہے اور گڑھے میں سے چلو میں پانی لے کر
آگ پہ چھڑکتے ہوئے) رات دِن کام میں تلاش کرنا، اور پھر بھی بھوکے
رہنا! .... پیٹ کے گزارے لائق بھی تو روٹی نصیب
نہیں ہوتی! ... آہ! تقدیر! ... تلاش! دِن رات تلاش!!

مہربان۔ کیوں جی! پہلے تو کام اتنا مندا نہ تھا! روٹیوں کے لائق پیسے
آ ہی جاتے تھے! اب کیا ہو گیا ہے؟ جو کام ملتا ہی نہیں!

کاوہ۔ اری اب کام آئے کہاں سے؟ بیچارے کسانوں، چرواہوں
اور دیہاتیوں کا کام آتا تھا! اب وہ ..... بیچارے .....
مگر خیر! .... ہمیں اپنے کام سے کام ہے!

مہربان۔ (دھونکنی چھوڑکر) کیا کہو ہو؟ میں کچھ نا سمجھی!

کاوہ۔ کچھ نہیں! ہمیں اپنے کام سے کام ہے! ذرا دھونکنی سمبھالو!

مہربان۔ نہیں، مجھے بتلاؤ! آپ کیوں کام نہیں آتا!

کاوہ۔ یہ نہ پوچھو! . . . اس وقت ہمیں اپنا کام کرنے دو! بیچارے کسانوں کے مویشی چھن گئے! اب وہ اوزار کاہے کے لئے بنوائیں؟ بال بچوں کا دھیان رکھنے سے اُن کو فرصت ہی کہاں ملتی ہے؟ کلہاڑی بسولے کا کیا کریں؟

مہربان۔ اجی! میری سمجھ میں تو تمہاری بات نا آئی! کیا کہو ہو تم؟

کاوہ۔ چلو ان باتوں کو جانے بھی دو!

مہربان۔ اچھا جی! . . . مگر میں جانوں کوئی بات ہے اس میں!

کاوہ۔ کوئی بات نہیں! . . . نہ جانے میرے مُنہ سے کیا نکل گیا تھا؟

رستم۔ (جس ٹکڑے کو اُس نے صاف کیا ہے، بہرام کو بتا کر) دیکھو! میں نے صاف براق کر لیا۔ تم نے ابھی زنگ بھی نہیں اُتارا! . . . . . (باپ کو دکھاتا ہے) ابا جان! میں نے صاف کر لیا!

کاوہ۔ (رُستم کو پیار کرکے) شاباش! میرے بیٹے! (کلہاڑی کو آگ میں سے نکال کر، اہرن پہ کوٹنا شروع کر دیتا ہے۔ مہربان دیگچی کے پاس جاکر، چمچہ سے دلیا نکال کر، نمک چکھتی ہے۔ پھر دھونکنی کے پاس آ بیٹھتی ہے)

کاوہ۔ (تین چار مرتبہ کلہاڑی کو آگ میں سے نکال کر، اور کوٹ پیٹ کر، پانی میں بھگونے کے بعد) لو! یہ بھی ٹھیک ہو گئی! (ایکطرف رکھ دیتا ہے)

مہربان۔ (دھوکنی چھوڑکر کاوہ کے پاس آجاتی ہے) آج کی روٹی کا تو بندوبست ہوگیا.... اللہ کرے کل بھی کام مل جائے!......

(دیہاتی دائیں طرف سے آتا ہے) آہا! وہ کلہاڑی کا مالک آگیا!

پانچواں نظارہ

(پچھلے افراد ——— دیہاتی)

دیہاتی۔ تیار ہے؟

کاوہ۔ (کلہاڑی اُٹھاکر دیتے ہوئے) حاضر!

دیہاتی۔ (کلہاڑی کو اچھی طرح دیکھ بھال کر) کتنے پیسے دوں؟

کاوہ۔ جو طبیعت چاہے دیدو! (دیہاتی دوآنہ دیتا ہے) خدا برکت دے!

(دیہاتی جاتا ہے)

چھٹا نظارہ

(کاوہ ——— مہربان ——— بہرام ——— رستم)

کاوہ۔ (بہرام کو پیسے دے کر) لو! بیٹا! لپک کے ایک روٹی لے آؤ!

بہرام۔ (پیسے لیکر جاتا ہے) بہت اچھا!

رستم۔ میں بھی جاؤں؟ آبا!

کاوہ- جاؤ! بیٹا!

رستم- (اُٹھ کے بھاگتا ہے) بھائی جان! ٹھہریئے! مَیں بھی آیا!

(اکٹھے جاتے ہیں)

ساتواں نظارہ

(کاوہ ——— مہربان)

کاوہ- (بچّوں کے پیچھے نظر دوڑاتے ہوئے مہربان سے) خدا عمر دراز کرے!
...... دُنیا میں ہمارے پاس کچھ بھی نہیں! تو کیا غم ہے؟
.... یہ دو لڑکے جو ہیں! .... خدا ظالم کے ظلم سے
محفوظ رکھے!

مہربان- ظالم کا ظُلم کیسا؟؟ مَیں کچھ سمجھی نہیں!

کاوہ- سمجھنے کی کیا بات ہے؟ .... مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ خدا نے
دُنیا بھر کی نعمتوں کے بدلے ہمیں یہ دو لڑکے دیئے ہیں!

مہربان- یہ تو مَیں سمجھی! ... مگر تم نے ظالم کا ظلم بھی تو کہا تھا! ... یہ ظلم کیسا؟

کاوہ- ہاں! مَیں نے کہا تھا خدا ہماری اولاد کو ظالم کے ظلم سے بچائے!

مہربان- ہاں! مَیں اسی کو تو پوچھوں ہوں! یہ تم نے کیوں کہا تھا؟ ...
ظلم کس کو کہو ہو تم؟

کاوہ- یہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں!

مہربان - مگر بچوں پہ کیسا ظلم ......؟

کاوہ - کیسا بھی نہیں! پیار کے جوش میں میری زبان سے یونہی نکل گیا!

مہربان - نہیں! ..... اس میں کچھ بات ہونی ہے .... صبح سے ابتک میں دیکھ رہی ہوں، تم اپنے آپ کبھی باتیں کر رہے ہو! پھر آپ ہی کچھ سوچنے لگو ہو! ..... میں ڈروں ہوں! ..... کہیں کوئی مصیبت نہ آجاوے، ہماری جان پر! .... تم ایسی ویسی باتوں میں کیوں پڑا کرو ہو؟ .... تمہیں ان جھگڑوں سے کیا کام ہے؟

کاوہ - (غصہ سے) مجھے کیا کام ہے ..... !؟ کیا کہا؟؟

مہربان - دیکھو نا! ... ہم ٹھیرے غریب آدمی! ... ہمیں اپنے پیٹ پالنے کے دھندوں سے مطلب! .... بڑے کاموں میں پڑنے سے تمہیں کیا مطلب ــــــ؟

کاوہ - کیوں؟ مطلب کیوں نہیں؟ .... میرا اپنا فائدہ بھی تو اسی میں ہے ..... پھر مجھے کیوں مطلب نہ ہوگا! .... صبح سے ابتک تم نے کتنی دفعہ کام مندا ہونے کا رونا رویا ہے ..... کام مندا ہونے کی وجہ بھی وہی ظالم کا ظلم ہے .... !

مہربان - آپ پھر وہی پہیلیوں میں باتیں کرنے لگے! .... میں پوچھوں ہوں یہ ظالم کا ظلم کیسا؟

کاوہ - آگ پہ سے دلیا اُتار لو! .... بچے آتے ہونگے!

مہربان۔ ... پھر بات کاٹ دی تم نے .... بتاؤ نا!

کاوہ۔ جاؤ! دنیا نکالو!

مہربان۔ نہیں! مَیں سُننے بغیر نہیں جانے کی! .... پہلے بات بتاؤ مجھے!

کاوہ۔ عورتوں کے سُننے کی بات نہیں!

مہربان۔ معلوم ہوا۔ کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے! ... بتا بھی دو! کیا بات ہے؟

کاوہ۔ اچھا! مَیں بتاتا ہوں! .... مگر پہلے اقرار کرو کہ گھبراؤ گی نہیں!

مہربان۔ خدا خیر کرے! کوئی گھبرا دینے والی بات ہے! .... بتاؤ! وہ کیا بات ہے؟

کاوہ۔ بہت اچھا! اب تم مانتیں ہی نہیں تو بتاتا ہوں! ... ضحاک نے ایک خواب دیکھا ہے! موبدوں نے اُس کی تعبیر یہ بتلائی ہے کہ روز دو بچّوں کا سر کاٹ کر، اُن کا بھیجا اپنے معبودوں کو کھلایا جائے .....

مہربان۔ ہائے! ہائے! یہ اندھیر!

کاوہ۔ یہ ہے وہ ظالم کا ظلم... جس کا مَیں کہتا تھا! خدا ہمارے بچّوں کی حفاظت کرے!

مہربان۔ وہ موبد بھی اپنے آپ کو آدمی کہتے ہیں، جنھوں نے خواب کی ایسی تعبیر بتلائی ہے؟ .... اور اس تعبیر کے ماننے والوں کو تو کیا کہوں! خدا موذیوں کو غارت کرے! ان کا ستیاناس ہی جائے ...!

کاوہ۔ چُپ .... چُپ .... ہمارے گھر بھی بچے ہیں .... ہمیں
اپنی زبان بند رکھنی چاہیئے ....
مہربان۔ تو کیا ہمارے بچوں کو بھی .... ہائے کیا ہمارے
بچوں کو بھی پکڑ لیں گے ......؟
کاوہ۔ جن بچوں کا سر قلم کیا گیا ہے .... وہ بھی ہم جیسے لوگوں ہی کے
بچے ہیں .....
مہربان۔ ہائے! ... یہ کیا کہو ہو!
کاوہ۔ (غمگین ہو کر) آہ! .... آج صبح تم دیکھتیں! .... پہاڑ پر،
بیچارے کسانوں کے مویشی چھیننے کے بعد، اُن کے بال بچوں کو بھی
پکڑ کر لیجانا چاہتے تھے! .... آہ! اُن کی اولاد کو! .... سمجھی؟
.... اُن کے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پکڑنا! .... اور سانپوں کو کھلا دینا
.... اُف! اُف! اِنسانوں کو سانپوں پر قربان کر دینا! ....
ذبح کر دینا ... ہائے!
مہربان۔ رستم کے ابّا! ... کیا کہو ہو ــــ؟ کیا سچ ہے؟ .....
ہائے! کیا ہمارے بچے بھی .... کیا اُن کو بھی پکڑ لیں گے .....
اُن کو بھی سانپوں .... ہائے! ہائے! (رونے لگتی ہے)
کاوہ۔ میں نے اللہ کے حوالے کیا! .... اللہ اُن کا حافظ و ناصر ہے!
مہربان۔ اللہ کی سوں! اب میں اُن کو ذرا سی دیر کے لئے بھی، باہر نہیں
جانے دونگی! .... اللہ نا کرے، اللہ نا کرے .... اگر

اُن کے دُشمنوں پہ کوئی مُصیبت آئی! تو . . . ہم کیونکر زندہ رہیں گے؟ . . . .

کاوہ - چُپ رہو . . . . . بچّے آرہے ہیں . . . . .

(بہرام اور رستم ایک ایک روٹی ہاتھ میں لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

آٹھواں نظارہ

(کاوہ ـــ مہربان ـــ بہرام ـــ رستم)

مہربان - (بے اختیار دوڑ کر بچّوں کو لپٹا کر رونے لگتی ہے) ہائے! میرے بچّو! . . . . . خدا تمہیں ظالم کے ظلم سے بچائے!

کاوہ - مہربان!!!

بہرام - امی جان! . . . . کیا بات ہے ــــ ؟ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟

رستم - امی جان! تم روکیوں رہی ہو؟

کاوہ - مہربان! کیا کر رہی ہو؟ مَیں نے یہ کہا تھا کہ یوں کرنا؟؟

مہربان - ہائے! مَیں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مانتا! . . . . خدا نہ کرے . . . .

کاوہ - چُپ . . . . چُپ . . . . !

بہرام - امی جان! تمہیں کیا ہُوا؟

مہربان - کچھ نہیں . . . . . بیٹا! کچھ نہیں!

رستم۔ تو پھر، امی جان روتی کیوں ہو؟
بہرام۔ یوں تو کوئی نہیں روتا!
کاوہ۔ مہربان! دیکھو! تم بچوں کو ڈرا رہی ہو!.... (بچوں سے)
میرے بیٹو! عورتوں کی آنکھوں میں آنسو زیادہ ہوتے ہیں!....
تم ان کا خیال نہ کرو! یہ ویسے ہی رو رہی ہے! (بچے سہمی ہوئی
نظروں سے دیکھتے ہیں)
مہربان۔ (اپنے آنسو پونچھ کر، بچوں کی آنکھوں کو چومتے ہوئے) کچھ نہیں!
میرے بیٹو!... کچھ نہیں!..... مجھے تمہاری بھوک کا خیال آگیا
تھا!... اسی کے مارے میرے آنسو نکل آئے!
بہرام۔ تو امی جان! ہم بھوکے کہاں رہیں گے؟ ابھی روٹی جو لائے ہیں!
کاوہ۔ (مہربان سے) تم جاؤ! دلیے کو دیکھو! پکا یا نہیں؟... پک گیا
ہو تو چولھے پر سے اتار لو! بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے۔
مہربان۔ (چولھے کے پاس جا کر دیگچی میں دیکھ کر) پک گیا۔ (دیگچی کو نیچے
اتار کے رکھتی ہے۔ پیالوں میں دلیا نکالتی ہے پھر روٹی کے
ٹکڑے دسترخوان پر رکھتی ہے) آؤ! میرے بیٹو! کھانا کھائیں!
(بچے روٹی کے پاس آکر کھانا شروع کرتے ہیں)
رستم۔ ابا! آج وہ لڑکے کیا اچھا کھیل کھیل رہے تھے!
کاوہ۔ خبردار! بیٹا! تم ویسا کھیل نہ کھیلنا! نہیں تو تمہیں سانپوں کے
آگے ڈال دیں گے!

رستم۔ سانپوں کے آگے کیوں ڈال دینگے آبا؟؟

کاوہ۔ دیکھنا! جو لڑکے ویسا کھیل کھیلتے ہیں اُن کو سانپوں کے پنجرہ میں بند کر دیتے ہیں! تم کبھی وہ کھیل نہ کھیلنا!

رستم۔ تو آبا! ہم صبح جو کھیل رہے تھے؟؟

کاوہ۔ وہاں کا کچھ نہیں! وہاں کا کسی نے نہیں دیکھا!

بہرام۔ اچھا تو آبا! اُن بچّوں کو بھی سانپوں کے پنجرہ میں بند کر دیں گے کیا ـــــ؟

کاوہ۔ نہیں! بیٹا!

بہرام۔ ان کے باپ کیوں رو رہے تھے اُس وقت ـــــ؟

کاوہ۔ اُن کی گائیں چھین کر لیگئے تھے!

رستم۔ آبا! اگر ہمیں سانپوں کے آگے ڈالیں گے! تو تم نہیں ڈالنے دوگے نا؟

کاوہ۔ نہیں! میرے بیٹے! مَیں نہیں ڈالنے دونگا!

مہربان۔ (رستم کو پیار کرکے) میری بیٹا!

کاوہ۔ آہ! میرے بیٹے کیسے سمجھدار اور کیسے عقلمند ہیں! .... میرے بیٹو! خدا تمہیں ظالم کے ظلم سے محفوظ رکھے! .....

مہربان۔ آمین!! ..... (کھانا کھانے کے کچھ دیر بعد آہستہ) کسی کے پاؤں کی چاپ .... کوئی آرہا ہے ....! ....

کاوہ۔ خدا کرے! .... یہ بھی کوئی گاہک ہو! ......

(ایک افسر، چار سپاہیوں کے ساتھ داخل ہوتا ہے)

نواں نظارہ

(پچھلے افراد ——— سپاہی)

افسر۔ کاوہ لوہار کی دوکان یہی ہے ——— ؟

کاوہ۔ ہاں! جناب! یہی! فرمایئے! کچھ بنوانا ہے؟

مہربان۔ (آہستہ) آہ! میں ڈر . . . . . .

افسر۔ کاوہ تیرا ہی نام ہے ——— ؟

کاوہ۔ جی جناب! . . . . میرا ہی نام ہے! . . . فرمایئے کیا کام ہے؟

افسر۔ نہیں! کوئی کام نہیں! . . . صرف ایک بات پوچھنا ہے . . . .

کاوہ۔ (منہ میں نوالہ لیتے ہوئے) پوچھیئے! . . . میں عرض کروںگا!

مہربان۔ (آہستہ) ہائے! جس سے میں ڈرو‌ں تھی! . . . وہی بات ہوتی دیکھے ہے!

کاوہ۔ چُپ ——— !

افسر۔ آج صبح تو کہاں تھا؟

کاوہ۔ یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں؟

افسر۔ مجھے یہی حکم مِلا ہے . . . !

کاوہ۔ آج صبح میں کوئلہ خریدنے گیا تھا! . . . میرے لڑکے بھی

میرے ساتھ تھے!

افسر۔ یہی ہیں تیرے لڑکے!

کاوہ۔ جی ہاں!.....

افسر۔ اچھا...... اب یہ بتا کہ کوئلہ لینے جاتے وقت، اور وہاں سے لوٹتے وقت تجھے کچھ لوگ ملے تھے ___؟

کاوہ۔ ملے ہونگے! مَیں نے کچھ دھیان نہیں کیا!

افسر۔ خوب! خوب!...... اچھا کتنے ہونگے وہ؟

کاوہ۔ بہت سے تھے!.... مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ مجھ سے سوال کریں گے ورنہ یاد رکھتا!

افسر۔ ٹھیر جا! مَیں تجھے یاد دلاتا ہوں!..... کسانوں کا ایک غول نہیں ملا تھا تمہیں ___؟

کاوہ۔ ہاں! ہاں! کچھ کسان ملے تھے!

افسر۔ تو نے اُن سے کیا باتیں کیں؟

کاوہ۔ مَیں نے کہا نا! مجھے آپ کے سوال کی کیا خبر تھی؟ ورنہ حفظ یاد کرلیتا ___! کچھ دیر میں اُن کے پاس بیٹھا ضرور تھا.... پھر اپنے کام کو چلا گیا، وہ بھی شاید اپنے گھر.....

افسر۔ وہ کسان کیا کر رہے تھے وہاں ___؟ یہ بھی تجھے یاد نہیں؟

کاوہ۔ کچھ بھی کر رہے ہوں!... مجھے اس سے کیا؟..... میری طرف سے کوئی کچھ ہی کرے! اُس میں دخل دینا میرا فرض ہے کچھ ___؟؟

افسر۔ جو کچھ وہ کر رہے تھے اگر اُس میں تو نے بھی شرکت کی ہو تو ——؟

کاوہ۔ آخر وہ کیا کر رہے تھے —؟ کچھ معلوم تو ہو! پھر مَیں جواب دونگا!

افسر۔ تجھے اچھّی طرح معلوم ہے!

کاوہ۔ مجھے کچھ نہیں معلوم!

مہربان۔ (آہستہ) خدا کیلئے! غصّہ سے جواب نہ دو! دیکھو ہو! یہ کیسے جنگلی آدمی ہیں!

کاوہ۔ (غصّہ سے) چُپ رہ! تو!

افسر۔ ہاں تو، تجھے کچھ نہیں معلوم؟ کیوں!!..... اچھّا لے! مَیں بتاتا ہوں تجھے!

کاوہ۔ فرمایئے!

افسر۔ وہ جمشید کے مذہب کی رسم ادا کر رہے تھے! اور تو نے بھی اس میں شرکت کی تھی!....

مہربان۔ (بے اختیار) ہائے! (کاوہ، مہربان کی طرف غیظ بھری نظر دں سے دیکھتا ہے)

افسر۔ کیا تجھے اس سے اِنکار ہے ——؟

کاوہ۔ اگر یہ کوئی جُرم ہوتا، تب بھی میں، اِنکار نہ کرتا! جب کچھ ہے ہی نہیں تو.....

افسر۔ پوری بات کہو! مجھے بھی تو معلوم ہو، تو نے جو کچھ کیا ہے کوئی جُرم نہیں ہے!

کاوہ۔ کوئی جُرم نہیں! بالکل نہیں!

مہربان۔ (آہستہ) خدا کے لئے انہیں جوش نہ دلاؤ!

کاوہ۔ (غصہ سے) چُپ رہ! میں کہتا ہوں!

مہربان۔ آہ!

افسر۔ جس طرح تو اسے جُرم نہیں مانتا! اُسی طرح شاید اس کی سزا بھی نہیں جانتا!

کاوہ۔ میں اپنے کام کے سوا کچھ نہیں جانتا! (ہتوڑا اہرن پر مارتے ہوئے) میں اپنا کام جانتا ہوں! دُوسری باتوں کے جاننے کیلئے میرے پاس وقت نہیں! (بیوی اور بچوں کی طرف اشارہ کرکے) انہیں نہیں دیکھتے؟ .... ان بچوں کی زندگی کا سہارا یہ عورت ہے ... اسے میں جانتا ہوں! ... اس کے سوا کچھ جاننا نہیں چاہتا!

افسر۔ تو تجھے اپنی جُرم کی سزا کا اور بالکل علم نہیں؟؟

کاوہ۔ نہ مجھے جُرم کا علم ہے! نہ اُس کی سزا کا!

افسر۔ اچھا تو لے! میں تجھے بتاتا ہوں! ..... شاہی حکم ہے کہ جو شخص بھی جمشید کے مذہب پر قائم رہے یا اسکی کوئی رسم ادا کرے اُس کا مال اسباب ضبط کرلیا جائے اور اُسکی اولاد کی حضور بادشاہ سلامت کے معبودوں کے لئے قربانی کی جائے!

مہربان۔ الٰہی تیری پناہ!

افسر۔ تیرے پاس ضبطی کے قابل مال تو ہے نہیں! اس لئے ہم تیرے

بچّوں کو پکڑ لینے پر مجبور ہیں!

کاوہ۔ (غضبناک ہوکر) میرے بچّوں کو؟ میرے بچّوں کو؟؟

مہربان۔ (انتہائی رنج سے) آہ! بدنصیبی! آہ!... میرے بیٹے!!

(بچّوں کو بغل میں لیکر پیار کرتی اور رو دیتی ہے)

افسر۔ تونے اپنے لڑکوں کو بھی جمشید کی عبادت کے دائرہ میں شریک کیا! اور تو خود بھی داخل ہوا! ہم سب کچھ دیکھ رہے تھے!... اب تیرے لڑکوں کو پکڑ لینے کے بعد، ہم چاہیں تو تیری دوکان کو تھس نہس کر سکتے ہیں! مگر ہم انصاف کریں گے!.... تیرے ایک ہی لڑکے کو لے جائیں گے! اگر تو اس پر بھی باز نہ آیا اور تو نے پھر کوئی ایسی ہی حرکت کی تو یاد رکھ، تجھے اپنے دُوسرے لڑکے سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے!

مہربان۔ (بچّوں کو بغل میں لئے ہوئے روتے ہوئے) ہائے! میرے بیٹو!

کاوہ۔ (افسر سے) ایسا نہ کرو!.... ایک دن اس ظلم کا دیکھو گے!

..... اِنصاف کرو!... آہ! اِک زرا تو انصاف کرو!

.... کہیں سانپوں کے لئے، اِنسانی قربانی بھی کی جاتی ہے!

افسر۔ فضول بکواس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا! ابھی تو ہم ایک ہی کو لیجا رہے ہیں!... اگر زیادہ تین پانچ کی تو دُوسرے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا!

کاوہ۔ (غصّہ سے) سچّی بات کہنا، میرے اختیار میں ہے! اور ظلم کرنا

تمہارے اختیار میں !... بسم اللہ !... جو جی چاہے کرو!.....
اِس وقت سوائے اس کے کہ تمہارے حکم کے سامنے دم نہ ماروں!
اور مَیں کیا کر سکتا ہوں؟ (بڑے ہتوڑے پر (جو پاس ہی رکھا تھا)
نظر ڈال کر، اور پھر افسر کے سر کی طرف دیکھکر مایوسی سے اپنے آپ)
آہ! چھ موذی ہیں! کیا کروں؟ کچھ بس نہیں چلتا! (اہرن پہ سر رکھکر
روٗنے لگتا ہے)

افسر۔ (سپاہیوں سے) ان میں سے ایک لڑکے کو پکڑ لو!

مہربان۔ ہائے اللہ! (بچوں کو بغل میں دابتے ہوئے سپاہیوں کی طرف
سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہے)

کاوہ۔ آہ! میرے بیٹو!

ایک سپاہی۔ کس کو پکڑوں؟

افسر۔ کسی ایک کو!... اچھا ٹھیرو!.... انہی سے پوچھ لوں!....
(کاوہ سے) بولو کس کو پکڑیں؟

کاوہ۔ (افسر کے پاس آکر غصہ سے) جی چاہے جس کو پکڑ لو!... مَیں اپنی
زبان سے کہوں کہ اس کو پکڑ لو؟..... آہ! کس باپ کے مُنہ سے
یہ نکل سکتا ہے کہ میرے بیٹے کو لیجاؤ اور سانپوں کو کھلا دو؟؟

افسر۔ کسی ایک کو ضرور لے جانا ہے!... اِس لئے مَیں تجھ سے پوچھتا
ہوں کہ کس کو لیجاؤں؟

کاوہ۔ کس کو لیجائے؟... جی چاہے جس کو!.... یا میری جان کو!

مہربان۔ (انتہائی رنج اور غصّہ کے عالم میں، سپاہیوں اور بچّوں کے بیچ میں کھڑی ہو جاتی ہے) بیشک! پہلے ہمیں مار ڈالو! پھر ہماری اولاد کو لیجاؤ! ...... (ہات جوڑ کر) ہاں! پہلے ہمیں قتل کردو! پھر ہمارے بچّوں کو کچھ کہو!

افسر۔ معلوم ہؤا! تم خود نہیں کہوگے! (بہرام کی طرف اشارہ کرکے) اس بڑے کو لے چلو! ...... (سپاہی مہربان کو الگ کرکے بہرام کو پکڑنے کے لئے بڑھتے ہیں)

مہربان۔ (دوڑ کر بہرام کو چھاتی سے لگا کر) ہائے! میرے بہرام کو! .... نہیں! اِسے نہیں لیجانے دوں گی!

افسر۔ اِس سے زیادہ محبّت ہے! .... اچھا چھوٹا سہی! (سپاہی رستم کو پکڑنا چاہتے ہیں)

مہربان۔ بہرام کو چھوڑ کر رستم کو بغل میں لیکر) ہائے! میرے رستم کو! نہیں! نہیں!

(سپاہی بہرام کو پکڑ کر لیجاتے ہیں)

کاوہ۔ (دیوانگی کے عالم میں دیکھتے ہوئے) میرا بیٹا!!

مہربان۔ (رستم کو چھوڑ کر، بہرام کو سپاہیوں سے چھڑانے کے لئے دوڑتی ہے) ارے خدا کی مار! ... رحم کرو! ... چھوڑ دو! ... ہائے، میرے بیٹے کو چھوڑ دو! .... (سپاہی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں، مہربان افسر کے قدموں پہ گر جاتی ہے) معاف کرو!

خدا کے لئے رحم کرو!... اس دفعہ بخش دو!... پھر کبھی ایسا نہیں کرینگے!... للہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو! (افسر مہربان کو لات مار کر ہٹا دیتا ہے)

کاوہ - غصہ سے مہربان کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے) درخواست نہ کر!... درخواست کرنا کمینہ پن ہے!

مہربان - (کاوہ سے) ہائے! میرا بیٹا!... میرے بچہ کو چھڑاؤ!..... کھڑے کیا دیکھو ہو؟..... میرے بچہ کی جان بچاؤ!..... ہائے! وہ اسے پکڑے لئے جائیں ہیں!... جاؤ! خدا کے لئے چھڑاؤ!

افسر (سپاہیوں سے) آؤ چلیں! (جانے لگتے ہیں)

بہرام - (جاتے ہوئے) الوداع! امی جان!..... الوداع! بابا جان!!... الوداع!!

مہربان - ہائے میرا بیٹا! (غش کھا کر گر پڑتی ہے)

کاوہ - آہ! میرا بیٹا! (روتا ہے)

رستم - بھائی جان کو کہاں لیجا رہے ہیں؟ (رو دیتا ہے - سپاہی بہرام کو زنجیریں لے کر چلے جاتے ہیں)

دسواں نظارہ

(کاوہ ـــــ مہربان ـــــ رستم)

رستم۔ (ماں کے پاس جاکر اور اس کو بیہوش دیکھکر) ہائے! یہ امی جان کو کیا ہوا؟ ..... (اس کا منہ سامنے کرکے کاوہ کے قریب جاکر) باباجان! ...... بھائی جان کو کہاں لے گئے؟ ..... کیا بھائی جان اب کبھی گھر نہیں آئیں گے ـــــ؟

کاوہ۔ (رستم کو سینہ سے لگاکر پیار کرکے روتے ہوئے) میری جان! ..... خدا تجھے ظالم کے ظلم سے محفوظ رکھے! ...... ہائے! میرا ایک لڑکا .... (روتا ہے)

مہربان۔ (کچھ ہوش میں آکر دوڑکر کاوہ کے پاس آتی ہے) آہ! میرا لڑکا! ...... میرا لڑکا کہاں گیا؟ ..... ہائے! اسے کہاں لےگئے؟ ..... ہائے! بہرام! ... میرے پیارے بہرام!

رستم۔ (روتے ہوئے) ہائے امی! ... کیا بھائی جان کا سر کاٹ لیں گے ....؟

کاوہ۔ (صبر و توکل کے انداز میں مہربان سے) کیا کریں ـــــ؟ خدا اُسے بخشے! ..... خدا اُسے ظالم کے ظلم سے بچائے! .....

مہربان۔ کیا .... ؟ کیا بہرام اب ہمیں نہیں ملیگا ـــــ؟ .....

کیا وہ نہیں چھوڑے گا؟... کیا اُسے سانپوں کو کھلا دینگے!......
ہائے سانپوں کو...... ہائے اللہ! کیا اب میرا بیٹا، مجھے
نہیں ملے گا — ؟ ہائے میرا بیٹا!
کاوہ۔ اللہ! اب کیا کروں — ؟ ظالم کے ظلم کا کیسے مقابلہ کر سکتے
ہیں ہم؟... لاچار! صبر! صبر! صبر! صبر!.... اس کے سوا اور
کیا ہو سکتا ہے؟....
مہربان۔ ہائے! وہ تو اُسے مار ڈالیں گے!..... صبر کیسے آئے؟
.... اُف! اس پہ صبر کیسے آسکے ہے؟
کاوہ۔ ایک بیٹا گیا..... دُوسرا تو بچا!... خدا اسے ظالم کے ظُلم سے
بچائے!
رستم۔ (روتے ہوئے) امی جان!!
مہربان۔ بیٹا!!...... (رُستم کو سینہ سے لگا کر روتی ہے)
کاوہ۔ (اپنے آپ) آہ!.... میرے بیٹے کو.... بکری کی طرح حلال....
اُف! اس کا بھیجا سانپوں کو کھلا دیں گے؟.... (کانپ اُٹھتا ہے)
میرے بیٹے کو!!...... ہائے! ہائے!... نہیں! نہیں!...
یہ نہیں ہو سکتا!... اسے نہیں برداشت کیا جا سکتا!!.....
(جوش سے کھڑا ہو کر) مہربان!.... میں جاتا ہوں!......
اُن سے التجا کروں گا!... اُن کے ہاتھ جوڑوں گا!.... اُن کے
پاؤں پڑوں گا!... روؤں گا! گڑگڑاؤں گا!.... ہائے!...

شاید رحم آجائے!

مہربان - خدا کے لئے! ..... ہاں! ہاں! ... خدا کیلئے جاؤ! ....
جاؤ! ... شاید خدا اُن کے دل میں رحم ڈال دیوے!

کاوہ - اللہ مالک ہے! ... میں جاتا ہوں! ..... (جانے لگتا ہے)

مہربان - ... اللہ کے لئے ... غصہ مت کرنا! ..... گرم مت ہونا!
.... خوشامد کرنا! پاؤں پڑنا ..... ہائے! کسی طرح میرے
بیٹے کو چھڑانا!

کاوہ - (جاتے ہوئے) انشاء اللہ! ... (جاتا ہے)

گیارھواں نظارہ

(مہربان ــــــ رستم)

مہربان - (رستم کو پیار کرکے) ہائے! میرے بیٹے! ..... صبح کیسی دونوں کو
ایک ساتھ پیار کر رہی تھی! .... ہائے! یہ کیا معلوم تھا! ....

رستم - امی جان! .... بھائی جان کہاں گئے ہیں ــــ؟ ان کو کہاں
لیگئے ہیں؟ .... کیا وہ اب کبھی گھر نہیں آئیں گے ....؟

مہربان - (روتے ہوئے) آئیگا کیوں نہیں؟ ... میرے بیٹے! ....
وہ ضرور آئیگا!

رستم - تم تو ابھی کہہ رہی تھیں اُن کا سر کاٹ لیں گے!

مہربان۔ نہیں! میرے بیٹے!

رستم۔ ہائے!... وہ بھائی جان کو مار ڈالیں گے!.. میں سمجھا!....
(رونے لگتا ہے)

مہربان۔ (رستم کے آنسو پونچھکر روتے ہوئے) رومت! میرے بیٹے!... تو مت رو!... مت رو! میرے بیٹے!..... (اپنے آپ)... یا اللہ! رستم کے ابا بہرام کو چھڑا لائیں!... مگر ہائے! وہ کیسے لا سکے ہیں!.... تقدیر بھی کیسی ظالم ہے!..... آج تڑکے... بیٹھی ہوئی بھوک کی شکایت کر رہی تھی!... ہائے! میں بھوکے مرتی!... پیٹ کے پتھر باندھ لیتی! پتے کھاتی... مٹی کھاتی!... مگر اس مصیبت میں نہ پھنستی!.... اپنے بیٹے نہ بچھڑتی..... ہائے! میرا بیٹا!... اُسے کیسے چھوڑینگے؟.... ہائے! میں اُسے دیکھے بن کیسے جیوں گی؟.... (پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے) ہائے! کیا میرا بیٹا آگیا؟؟.... (بے تابی سے دروازہ کی طرف دیکھتی ہے۔ چار پانچ سپاہی ایک افسر کے ساتھ داخل ہوتے ہیں) ہائے! ہائے!.... سپاہی پھر آگئے!.... (بچے کو سینہ سے لگا کر دیوانوں کی طرح سپاہیوں کی طرف دیکھتی ہے)

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

بارھواں نظارہ

(مہربان ـــــ رستم ـــــ سپاہی)

افسر۔ کاوہ کی دوکان یہی ہے؟

مہربان۔ (رستم کو سینہ سے چمٹا کر) کیا کام ہے؟ ... کیوں آئے ہو؟

افسر۔ کاوہ لوہار کی دوکان یہی ہے ـــــ؟ مَیں پوچھتا ہوں!

مہربان۔ (کپکپاتی ہوئی آواز سے) کیوں پوچھو ہو؟

ایک سپاہی۔ اجی! پوچھنے کی کیا جرورت (ضرورت) ہے! مَیں جانتا ہوں! یہی ہے کاوہ کی دوکان! ... یہ اُس کی گھروالی ہے ... یہ لڑکا بھی اُس کا ہے!

افسر۔ (اُنگلی سے رستم کی طرف اشارہ کرکے) یہ اُس کا لڑکا ہے تو پکڑ لو!

مہربان۔ (کلپتے ہوئے) ہائے! مَیں مرگئی! .... (سپاہی رستم کو پکڑنے کے لئے پاس آتے ہیں) نہیں! .... مَیں نہیں لیجانے دوں گی! .... ایک کو تو موے پکڑ کے لیگئے ... اس کو مَیں نہیں لے جانے دوں گی ....

رستم۔ (ماں کی گود میں دبکتے ہوئے) امی جان! ... چھڑائیے! .... مجھے چھڑائیے! (سپاہی رستم کو پکڑ لیتے ہیں)

مہربان۔ (افسر کے قدموں پہ گر کے) رحم! رحم کرو! ... معاف کردو! ...

ہائے! یہ ایک ہی لڑکا بچا ہے! ... ابھی تھوڑی دیر ہوئی اسکے بھائی کو پکڑ کے لیگئے ہیں! ... ارے خدا کے لئے انصاف کرو! ... تمہارے بھی ماں ہووے گی .... اس غریب کی دکھیاری ماں پر رحم کرو! .... ہائے! کیا تمہارے اولاد نہیں؟ ... تمہیں اولاد کا درد نہیں آتا؟ .... بیچاری ماں کی بغل سے اسکے کلیجہ کے ٹکڑے کو، کیسے الگ کرو ہو؟ .... ہائے! ایسے معصوم بچوں کو، کس دل سے قتل کرو گے؟ ... چھوڑ دو! ... مَیں تمہارے پاؤں پڑتی ہوئی! چھوڑ دو! .... خدا کے نام پہ میرے لڑکے کو چھوڑ دو! .....

افسر۔ (سپاہیوں سے) چلو! چلو! ..... ہم اس عورت کی بکواس کب تک سنیں گے؟ (سپاہی رستم کو پکڑے ہوئے افسر کے ساتھ جانے لگتے ہیں)

مہربان۔ (مایوس ہوکر) ہائے! یہ بھی چلا!

رستم۔ (جاتے ہوئے روکر) امی جان!

مہربان۔ ہائے میرا بیٹا ..... ! (سپاہی رستم کو لئے ہوئے چلے جاتے ہیں) گئے ..... !؟؟ (غش کھا کے گر پڑتی ہے، کچھ دیر بعد کاوہ آتا ہے)

تیرھواں نظارہ

(کاوہ ——— مہربان)

کاوہ۔ (دوکان میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے) آہ! کوئی نظر نہیں آتا ــــ؟

کیا ہوا؟؟........ (مہربان پہ نظر پڑتی ہے) ہائے!....
اُس کی نبض اور دل پر ہات رکھتا ہے) اُف! رستم بھی غائب ہے
.... مصیبت پر مصیبت!.... (پانی لے کر مہربان کے
مُنہ پر چھینٹے مارتا ہے ... مہربان ہوش میں آ کر اُٹھ بیٹھتی ہے)
کیا ہوا ــــ؟

مہربان۔ یا اللہ!... میں کیا کروں....؟ چھوڑ دو! ہائے! مجھے
مرنے دو!.... مرنے دو! ہائے! رستم کو بھی پکڑ کر لے
گئے.....!

کاوہ۔ ارے!... کون؟... کون لے گئے؟؟

مہربان۔ (رو کر) صبح کے آدمیوں کی طرح پانچ آدمی تھے....
ہائے اُسے بھی پکڑ کر لے گئے!

کاوہ۔ (انتہائی مایوسی سے) ہائے!... میرے پیارے بیٹے!
..... (کچھ دیر رونے کے بعد) نہیں! آہ! نہیں!
اب صبر نہیں ہو سکتا!... اب صبر نہیں کیا جا سکتا!....
(کمر سے لپٹا ہوا چمڑا کھول کر، پاس سے ایک لانبی لکڑی اُٹھاتا
ہے۔ ایک ہات میں ہتوڑا لے کر) اب جو ہو سو ہو!......
(پاؤں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے اور ــــ کسان داخل
ہوتے ہیں)

چودھواں نظارہ

کاوہ — مہربان — قباد — خسرو
نوذر — یزد — شیرویہ — فریبرز

قباد۔ بھائی کاوہ! اپنا وعدہ یاد ہے نا؟؟

کاوہ۔ کیا بات ہے —؟

قباد۔ تمہیں یاد ہے! تم نے کہا تھا کہ اگر تمہارے بال بچوں پر مُصیبت پڑے تو میرے پاس آنا —؟

کاوہ۔ (جلدی سے) ہائے!

قباد۔ تمہارے چلے آنے کے بعد موذی پھر آئے تھے! ہمارے بچوں کو پکڑ کر لے گئے!

نوذر۔ آہ! اِس وقت ہمارے بچّے جلّاد کے ہاتوں میں ہونگے!

کاوہ۔ میرے دونوں لڑکوں کو بھی پکڑ کر لے گئے! موذی! بے ایمان!

خسرو۔ آہ!

قباد۔ پھر —

کاوہ۔ (اپنا جھنڈا (جسے چمڑے اور لکڑی سے بنایا تھا) اور ہتوڑا بتاکر)

مَیں حاضر ہوں! ... چلو! ... چلیں اپنے بچّوں کو چھڑائیں! یا
دُشمنوں سے لڑکے مرجائیں!

سب۔ چلو! ... خدا ہمارا مددگار ہے!

مہربان۔ مَیں بھی چلوں گی ..... اور کچھ نہیں تو (خدا ناکرے) اپنے
کلیجہ کے ٹکڑوں کا خون میں لتھڑا ہوا جنازہ تو دیکھ لوں گی
....

سب۔ (جاتے ہوئے) الٰہی مدد! الٰہی مدد!! ......

(جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

آہ مجھی کو اسکی جوانا مرگی کا داغ دیکھنا پڑے گا...... کیونکہ صبر کروں
—— کیا کروں؟ ...... (کچھ دیر تک بے چینی سے ٹہل کر)
ہائے! یہ میں نے کیا کیا؟... کوئی بھی شخص اپنے جگر کو خود موت
کے حوالے کرتا ہے؟ —— اگر اس کی ماں نے اس کے متعلق
پوچھا تو میں کیا جواب دونگا؟ —— آہ! جوں جوں وقت گزرتا
جاتا ہے میرا دل سینہ سے باہر نکلا پڑتا ہے..... میں نے خود
اپنے ہاتھوں سے اسے قید کیا!... اب میں خود اپنے ہاتھوں سے
جلاد کے سپرد کروں گا... اپنی ان آنکھوں سے اس ہولناک نظارہ
میں اسے ذبح ہوتے دیکھوں گا.... اور اپنے ہاتھوں سے اس کا
مغز نکال کر ان خوفناک کیڑوں کو کھلاؤں گا! آہ! وقت قریب
ہے!..... انسان کے تازہ خون سے سیر ہونے والے موبد
آنے والے ہیں!... قربانی کی رسم ادا ہونے والی ہے!.....
میں نے جس وقت اپنے لڑکے کو قید خانہ پہنچایا تھا.... خیال تک
نہ تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے!.... مجھے یقین نہ تھا
کہ سانپوں پر سے... ان ذلیل سانپوں پر انسانی جانیں بھی قربان
کی جا سکتی ہیں!..... موذی نے ایک ایسے ہولناک اور
روح فرسا کام کا کس آسانی سے حکم دے دیا ہے!......
بے شک! وہ ایسا ہی کریگا.... کیونکہ اس کے ناپاک خواب کی
تعبیر ہی یہ ہے!... آہ! کیا اس کے خواب کی ابھی تعبیر نہیں بتلائی

جا سکتی تھی، جس کا نتیجہ اس قدر ظالمانہ نہ ہوتا ـــــــ مگر یہ بدذات موبد، محض اپنی لیاقت جتانے کو، سچ کو جھوٹ، اور حقیقت کو خوشامد پر قربان کر دیتے ہیں ...... اور ظالم کے ظلم کا آلہ کار بن جاتے ہیں! .... وہ جمشید کا مذہب مٹانے کیلئے کوئی تدبیر سوچنے کو کہتا ہے، مگر اس کا وزیر کوئی مناسب تدبیر سوچنے کی بجائے، بیگناہ انسانوں کی خونریزی، اور فاقہ کش غریبوں کی ہلاکت کے لئے، ایک شیطنت کی بنیاد ڈالتا ہے۔ اس کے مصاحب اور ملازم اس کو ان مظالم سے روکنے کی بجائے الٹے اس کے ظلم و ستم کے ہاتھوں میں ہتیار بن جاتے ہیں! ...... ظلم سہنا جس قدر تلخ ہے، شاید ظلم کرنا اسی قدر لذیذ ہے! ... جبھی تو یہ لوگ ظالم کے ظلم کا واسطہ بننے پر فخر کرتے ہیں! ...... (ترکمہ متفکرانہ حالت میں ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد، قربانگاہ کی طرف آ کر) یہاں! ..... آہ! یہاں! آج میرا لڑکا قتل کیا جائیگا! .... میرا لخت جگر ...... آہ! کیا کروں؟ ..... میں نے خود اسے اس مصیبت میں پھنسایا! .... مگر میں کیا کرتا! ..... میرے فرض کا یہی تقاضا تھا! .... آہ! اس کو قید کرنا! ..... اس کو ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے کھونا! ... اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ ساری دنیا کو مایوس کرتا ہے! ..

میں نے اس مقصد کی راہ میں اس قدر قربانیاں کیں! ...اس درجہ ذلتیں سہیں! ... مگر اب بھی میرا مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آتا!
—— میں اُس کو رہا کرنے پر مجبور تھا! ...اُس کی بجائے کسی دوسرے کا قید میں ہونا ضروری تھا! ...... میں اپنے لڑکے کے سوا کس کو قربان کر سکتا تھا؟ ... میرا اپنے لڑکے کے سوا، کسی پر اتنا حق تھا؟ .... ہوتا بھی تو میرے لڑکے کے سوا ایسا کون تھا، جو پرویز کا ہمشکل ہو! .... (کچھ دیر بعد صبر و توکل کے انداز میں) اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی! ....
....خیر! اس مقصد کی خاطر، جس قدر گناہ مجھ سے سرزد ہوئے یہ اُن کا کفارہ ہوجائیگا! ...... بے شک، اس سے بڑھکر کوئی فدیہ، کوئی صدقہ نہیں ہوسکتا! .... مگر اس کو گوارا کر کے بھی، اپنے لختِ جگر کو اس راہ میں، قربان کرنیکے بعد بھی میرا فرض! آہ! میرا مقصد کامیاب ہوتا دکھائی نہیں دیتا!
...... اگر میرا بھید کھل گیا! ..... اگر یہ حال معلوم ہوگیا! ..... آہ! میرے بیٹے! ...... اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو تیری قربانی رائیگاں جائیگی! ......
اف! میں اپنے مقصد سے محروم ہوجاؤں گا! اور اپنے لختِ جگر سے بھی!! ... آہ! میرا فرزند! میرا لختِ جگر!!! (رونے لگتا ہے ... روتی ہوئی لڑکیوں سے ادھر آدھر دیکھتی ہوئی، دائیں طرف سے

داخل ہوتی ہے)

دوسرا نظارہ

(فرہاد ـــــــ مہرو)

مہرو۔ (فرہاد کے پاس آکر اور اُس کا شانہ ہلاکر) فرہاد !!!

فرہاد۔ (چونک کر) آہ! تم ہو ـــــ ؟

مہرو۔ ہائے! تم تو رو رہے ہو!

فرہاد۔ مَیں ...... آہ ...... مجھے کچھ پچھلے زمانہ کا خیال آگیا تھا اور ....

مہرو۔ نہیں! نہیں! بچّوں کے حق میں کوئی بری بات معلوم ہوتی ہے ـــــ ؟؟

فرہاد۔ نہیں!! ...... (اپنے آپ) آہ! اگر اس کو حقیقت حال معلوم ہو جائے! ....

مہرو۔ نہیں! تم مجھ سے چھپاتے ہو ـــــ! یقیناً کوئی بات ہے! .... تمہارے بہتے ہوئے آنسو بتلاتے ہیں کہ ہم پر کوئی نئی مُصیبت نازل ہوئی ہے!

فرہاد۔ نہیں! کوئی بات نہیں!

مہرو۔ خدارا مجھے بتلادو! کیا بات ہے؟ ہائے! کیا خوب چہرا اور

پرویز کے قتل کا حکم ہوگیا ہے ـــ ؟

فرہاد۔ نہیں !

مہرو۔ ہائے تو ..... کچھ ایسی ہی بات اور ہے ...... بدنصیب خوب چہر ! .... آہ ! مَیں نصیبوں جلی، دُنیا میں ایک لڑکے کو دیکھکر جیتی تھی ! جس کی موت اور زندگی کا بھی حال آج مجھے معلوم نہیں ! ..... پھر مَیں نے اس لڑکی کو اپنی اولاد کی طرح رکھا ! مگر افسوس کہ وہ بھی مجھ سے چھن گئی ! چھین لی گئی ! ..... اور آہ ! وہ وقت آنے والا ہے کہ مَیں اپنی اِن آنکھوں سے اُسے قتل ہوتے ..... آہ ! ... (رونے لگتی ہے)

فرہاد۔ (اپنے آپ) تعجب ! ضحاک کی لڑکی سے اُس کو اس قدر محبت ہے ؟ ..... مگر ..... مگر اس کا بھی تو کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ضحاک ہی کی لڑکی ہے ! (پاؤں کی چاپ سُنائی دیتی ہے۔ فرہاد گھبراتے ہوئے) آرہے ہیں ! .... ہمیں ایک جگہ دیکھیں گے ! .... تم جاؤ !

مہرو۔ (جاتے ہوئے) فرہاد ! خوب چہر کو .... خدا را خوب چہر کو بچاؤ ! .... (جاتے ہوئے اپنے آپ) اگر میں اس کو وہ بھید بتلادوں تو ...... شاید یہ خوب چہر کو بچانے کے لئے زیادہ کوشش کرے ! ..... بلکہ ممکن ہے کوئی نہ کوئی صُورت نِکال لے ! .... مگر مجھے اطمینان نہیں ہوسکتا ! .....

اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید ضحاک کو یہی معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی لڑکی نہیں ..... اس صورت میں اگر قتل نہ کراتا ہوگا تو بھی کرادیگا!

...... نہیں!! اس بھید کا چھپانا ہی اپنا بے ابنا ہی ہے .....

(دائیں طرف سے ضحاک نمودار ہوتا ہے۔ نمادموں کا ہجوم پیچھے پیچھے ہے جو دروازہ کے قریب رک جاتا ہے۔ ضحاک سانپوں کے سامنے جاکر سجدہ کرتا ہے)

تیسرا نظارہ

(ضحاک — فرہاد — خادم)

فرہاد۔ (ضحاک کی طرف منہ کرکے اپنے آپ سے) ہاں کر! توب سجدے کر! کیونکہ خدا کی مخلوق کی تباہی کا سبق تجھے انہی نے سکھایا ہے!

ضحاک۔ (سجدے کرنیکے بعد سانپوں کے سامنے دوزانو بیٹھکر) میرے معبودو!! ..... میری حکومت اور خوش نصیبی! ..... یہ سب کچھ تمہاری ہی بخششوں کا نتیجہ ہے! ... اگرچہ میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا ..... مگر اپنے آباواجداد کا مذہب نہیں چھوڑا ... بلکہ اپنی تمام سلطنت میں پھیلانے کی کوشش کر رہا ہوں! ......

تمہارے دشمن تم پر قربان کئے جائیں گے! ..... آج تک جو کوتاہیاں مجھ سے ہوئیں! میں ان کیلئے معافی چاہتا ہوں!

اور اقرار کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنے فرض کی ادائیگی میں ذرا غفلت نہیں کروں گا! ...... اور اگر بھولے سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اُمید ہے تم مجھے رُوحانی طریقہ پر ہدایت کروگے! تاکہ میں اس کی تلافی کی کوشش کروں ....

فرہاد۔ (آہستہ) بے شک رُوحانی زبان ہی میں ہدایت کریں گے! ہماری سی زبان بیچاروں کو آتی ہی کہاں ہے ....

ضحاک۔ (دُعا کے طور پر) اے میرے معبودو! لو! میں آج ہی سے تیر قربانی کرنا! اور نہیں انسانی سر کا مغز دینا شروع کرتا ہوں!

فرہاد۔ (آہستہ) آہ! خبیث! تو ان ملعون کیڑوں کے ساتھ زمین میں کیوں نہیں دھس جاتا؟

ضحاک۔ (نوکروں سے) موبدوں کو آواز دو! جلدی آئیں۔

ایک نوکر۔ جو حکم! (بائیں طرف سے باہر جاتا ہے۔ قحطان داخل ہوتا ہے اور ضحاک کو سجدہ کرکے چپ چاپ کھڑا ہو جاتا ہے)

چوتھا نظارہ

(پچھلے افراد ــــــ قحطان)

ضحاک۔ (قحطان سے) کیا خبریں ہیں؟

قحطان۔ میرا خیال ہے کہ حضور والا کے حکم کی مخالفت اور اسکی تعمیل میں

غفلت تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی!

فرہاد۔ (اپنے آپ) الٰہی خیر! ..... یہ اب کیا زہر اُگلے گا ــــ؟

ضحاک۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

قحطان۔ کل جس دیوانہ کیلئے قتل کا حکم صادر ہوا تھا، اُسے فرار کر دیا گیا ہے ـــــ!

فرہاد۔ وا مصیبتا!

ضحاک۔ کیا پرویز کو ـــــ؟

قحطان۔ جی، حضور!

ضحاک۔ (غصہ سے) کیا کہتا ہے؟ میں نے تو اُسے قید خانہ بھجوایا تھا؟ .... کس نے فرار کر دیا؟؟

قحطان۔ جن لوگوں کے سپرد کیا گیا تھا اُن سے پوچھنا چاہیئے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) آہ! میں جس بات سے ڈرتا تھا! وہی آگے آئی!

ضحاک۔ فرہاد! پرویز کہاں ہے؟

فرہاد۔ (کانپتے ہوئے) قید خانہ میں! حضور!

قحطان۔ قید خانہ میں!؟؟ ـــــ کس طرح؟؟ (کھڑکی کے پاس جا کر اشارہ کرتا ہے۔ سپاہی پرویز کو پکڑے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

پانچواں نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ پرویز ـــــ سپاہی)

فرہاد۔(پرویز کو دیکھکر حیرت سے پیچھے ہٹ کر) آہ!

ضحاک۔(غضبناک ہو کر فرہاد سے) مَیں نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا تھا یا فرار کرنے کا ـــــ؟

(فرہاد کانپ اُٹھتا ہے جواب نہیں دیتا)

پرویز۔حضور! وہ آپ کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اگر اُسے مجھ سے اس قدر محبت ہے کہ اُس نے میری بجائے اپنے فرزند کو قید کر کے مجھے آزاد کر دیا (روتے ہوئے) مگر مَیں اسکو گوارا نہیں کر سکتا تھا........ مَیں ایک لمحہ کے لئے بھی اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ میری بجائے، ایک بیگناہ لڑکے کی جان جائے!....

........اگر یہ لوگ، مجھے نہ بھی گرفتار کرتے تو بھی میں یہاں آتا!...... قصوروار مَیں ہوں!....... حکم دیجئے کہ مجھے قید خانہ میں اپنی جگہ بھیجدیا جائے اور اس غریب کے بیگناہ لڑکے کو رہا کر دیا جائے!

ضحاک۔نہیں!... اگر یہ شخص اپنے لڑکے کو قتل ہی کرانا چاہتا ہے تو اُسے بھی تیرے ساتھ قتل کیا جائیگا!....... اس شخص نے

خود اپنی مرضی سے یہ قربانی دی ہے اور ــــ اگر میرے معبود،
منظور کر چکے ہیں تو آپ اُسے کون چھڑا سکتا ہے ؟؟

فرہاد- آہ!

قحطان- ایک غلام! اور اپنے آقا کی عدول حکمی ؟؟ ــــ کس قدر عجیب
گستاخی ہے!!

فرہاد- (آہستہ) اُف! ملعون!!

ضحاک- (سپاہیوں سے) لیجاؤ! اسے قیدخانہ!!

(سپاہی پرویز کو پکڑ کر لیجانا چاہتے ہیں)

پرویز- (چلتے چلتے) ~

قریب ہے یارو! روزِ محشر! چھپیگا کشتوں کا خوف کیونکر؟
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر! لہو پکارے کا آستیں کا!!!

ضحاک- (فرہاد سے) قیدخانہ کی کُنجی واپس کر! (فرہاد جیب سے
ایک بڑی سی کُنجی نکال کر سپاہیوں کے حوالے کرتا ہے-
سپاہی جاتے ہیں) ٹھیر جا! تجھے بھی سزا دی جائے گی!
ابھی دو چار گھڑی ہمیں تیری زندگی ضرورت ہے!... تو بھی
تو اپنے لڑکے اور پرویز کے قتل کا پُرلطف سماں دیکھ لے!

موبد بائیں طرف سے داخل ہوتے ہیں۔ ضحاک اور سانپوں کے
آگے سجدہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں)

چھٹا نظارہ

(پچھلے افراد ——— موبد)

فرہاد۔ (انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنے آپ) واحسرتا! مَیں نے جس قدر مُصیبتیں اُٹھائیں! وہ سب بیکار گئیں! ...... مَیں نے جس قدر ذِلّتیں برداشت کیں! وہ سب بے نتیجہ ثابت ہوئیں! ...... اور اس سے پہلے کہ مقصد میں کامیابی حاصل ہو! مَیں اس کے اور اپنے لختِ جگر کی موت کا باعث ہو رہا ہوں! ...... آہ! بدنصیبی! آہ! (گہرے فکر میں ڈوب جاتا ہے)

ضحاک۔ (موبدوں سے) اے میرے معبودوں کے خاص پرستارو! آج سے ہم اپنے اُس فرض کی تعمیل کرنی شروع کرینگے جو میرے خواب اور تمہاری تعبیر کے مطابق ہم پر عائد ہوتا ہے ....

فرہاد۔ (لرز کر) آہ!

ضحاک۔ آج سے ہم اِنسانی قربانیوں کی ابتدا کریں گے! اور اب سے بعد ہمارے معبودوں کی غذا اِنسانی مغز ہوا کریگا ——— !

موبدوں کا پیشوا۔ بے شک! یہ ہمارے معبودوں کی سچّی عبادت ہے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) اگر خود اس کو یا اس کے فرزندِ دل کو قربان کیا جائے تو کیا یہ اُس وقت بھی یہی کہیگا؟

قحطان - صرف آج کی قربانی کے لئے دس پندرہ لڑکے موجود ہیں علاوہ بریں اُن لوگوں کے لڑکے بھی ہیں جو جمشید کے مذہب پر قائم ہیں - اگر یہی حال رہا تو ہمیں لڑکوں کی تلاش میں دِقّت نہیں ہُوا کرے گی!

ضحاک - کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ جمشید کے پیرو بہت ہیں؟؟

قحطان - بہت! حضور! مگر اب روز بہ روز کم ہوتے جائیں گے! جب وہ دیکھیں گے کہ جمشید کا مذہب نہ چھوڑنے کی صُورت میں ان کی اولاد کا یہ حشر ہو رہا ہے تو وہ بہت جلد سیدھے ہو جائینگے اور انتہائی عقیدت کے ساتھ ہمارے معبودوں کی پرستش شروع کردیں گے!

موبدوں کا پیشوا - قید خانہ میں جو لڑکے ہیں کیا اُن سب کا سر ایک ساتھ قلم کیا جائیگا؟؟

ضحاک - نہیں! روزانہ دو کے سر کافی ہونگے!

قحطان - یہ پوچھنا میرا فرض ہے بتا [illegible] ان دو [illegible] جاتی؟!

موبدوں کا پیشوا - اس کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعہ ہُوا کریگا!

فرہاد - آہ!

ضحاک - یہ بات ہے تو اُن سب کو یہاں بلوالو اور قرعہ ڈال کر دیکھ لو! جن کے نام نکلیں اُن کو قتل کردو! (کھڑا ہو کر اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے)

موبدوں کا پیشوا - لیکن......

ضحاک۔ (ٹھیر کر) کیوں؟ کیا ہے؟؟

موبدں کا پیشوا۔ اگر قرعہ، خوب چہر کے نام نکلا....

ضحاک۔ فوراً قربانی!!

موبدں کا پیشوا۔ اگر اُس کا قصور معاف فرما دیا جائے....

ضحاک۔ (غصہ سے) معاف!....!!

قحطان۔ شاید اپنے کئے پر پشیمان ہو.....

ضحاک۔ نہیں! میری عدول حکمی کرنے والا کبھی اس دُنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا!

موبدں کا پیشوا۔ رحم کیجئے!

ضحاک۔ (جاتے ہوئے) نہیں! اُسے میرے معبودوں پر قربان ہونے دو!... جاؤ! تم میرے حکم کی تعمیل کرو! اور جس کے نام قرعہ نکلے اسے فوراً ذبح کردو! (خادموں کے ہمراہ باہر چلا جاتا ہے)

فرہاد۔ (سر جھکا کر اپنے آپ) آہ! ملعون انسانی جانوں کی ہلاکت کا کس طرح ذکر کرتا ہے، جیسے ککڑی خربوزے کاٹے جائینگے!

..... ہائے میرا لختِ جگر! ہائے میری آرزو! میرا مقصد! میرا فرض!.......... سب کچھ غارت ہو گیا!....

اُف! اب کوئی امید نہیں رہی!......

ساتواں نظارہ

(فرہاد ——— قحطان ——— موبد)

قحطان۔ (ٹہلتے ہوئے اپنے آپ) اگر مَیں اُس کو نہیں پا سکتا! تو دوسرا بھی اُس کے ہات نہیں لگا سکتا! ...... مَیں نے اِنتقام لے لیا! ... مجھ پر!! ایک غلام کو ترجیح!!! حالانکہ مَیں اُس کے باپ کا وزیر ہوں! ... مجھ پر!!!

موبدوں کا پیشوا۔ (قحطان سے) اگر قرعہ خوب چھر کے نام نِکلا تو مَیں اُسکے قتل میں کچھ دن تاخیر کروں گا!

قحطان۔ سبب؟ ... سبب؟ بادشاہ سلامت ابھی کیا فرما گئے ہیں؟؟

قحطان۔ وہ کیوں؟

موبدوں کا پیشوا۔ فرض کرو! کل اُن کی خفگی دُور ہو گئی! اور اُنہوں نے شہزادی کو مجھ سے طلب کیا تو مَیں کیا جواب دوں گا ———؟

قحطان۔ نہیں! نہیں! وہ ایک مرتبہ حکم دے چکے ہیں اور اُنکے حکم کی تعمیل ہونی چاہیئے!! ...... اگر اس قسم کا کوئی قضیہ پیدا ہو تو اُس کا ذمہ دار مَیں ہوں!

فرہاد۔ خدا تجھے غارت کرے!

جس کو تونے فرار کر دیا تھا! ...... یہ منظر تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا! ... اس کے بعد جہاں جی چاہے وہاں جا سکتا ہے!

فرہاد۔ (کانپ کر) آہ! رحم کرو! میں اِلتجا کرتا ہوں! میں منّتیں کرتا ہوں مجھے اِس قسم کی دلخراش سزا نہ دو! .... دُنیا میں کوئی ذی رُوح بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا! ..... آہ، اپنی آنکھوں سے اپنے لختِ جگر کو قتل ہوتے دیکھنا!! ...... نہیں! نہیں! یہ مجھ سے نہ ہوگا! ... یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، (جانے لگتا ہے) جاتا ہوں!

موبدوں کا پیشوا۔ (موبدوں سے) پکڑو! اِسے!! دیکھنا جانے نہ پائے! (موبد فرہاد کو پکڑ کر واپس لے آتے ہیں) تونے وہ حکم نہیں سُنا؟ جو ہمیں دیا گیا ہے؟ کیا تو اپنی طرح ہمیں بھی عدول حکمی کا مجرم بنانا چاہتا ہے؟ ...... اگر تجھے اپنے لڑکے سے محبت تھی تو اُسے قید خانہ میں رکھ کر قربانی کے لئے کیوں مخصوص کیا تھا؟

فرہاد۔ اِنسانیت کی خاطر!! ...... ایک معصوم کی آزادی کی خاطر!!!

موبدوں کا پیشوا۔ یہ بات ہے تو اب بھی ایک حکم کی تعمیل کی خاطر! اپنے لڑکے کو قتل ہوتے دیکھ! اور سرتابی کا خیال چھوڑ دے!

فرہاد۔ (اِنتہائی غم کی حالت میں اپنے آپ) آہ! میرے لختِ جگر کا قتل!! میری اُس اُمید کی تباہی! جسکی میں نے اٹھارہ سال تک پرورش

کی!! ..... آہ! میری اٹھارہ سالہ تکلیفوں کے نتیجہ کا خاتمہ!
... ہائے! اُس ہستی کو، ان موذی جانوروں کے قربانی کے لئے
قتل ہوتے دیکھنا! جس کی مَیں نے اپنی آنکھوں کے برابر حفاظت
کی ہے! ..... وا حسرتا!! کیسا عذاب عظیم ہے!! کیسی قیامت کی
مایوسی ہے؟؟ ..... آہ! اب تو جینا حرام ہے!!

موبدوں کا پیشوا۔ (موبدوں سے) اِن چھُروں کو اچھی طرح تیز رکھو! چند قرعے بھی
لے آؤ! (دو تین موبد قربانگاہ سے، جہاں چھُرے لٹک رہے ہیں،
چھُرے لیکر پتھر پر تیز کرنے لگتے ہیں)

فرہاد۔ (اپنے آپ) اٹھارہ سال تک اپنے ولی نعمت کے خاندان سے غداری!
اور اپنے دُشمن کی خدمت کرنے سے، مَیں نے اپنے لئے دُنیا میں جو نفرت
اور ذلّت پیدا کرلی ہے وہ میری یادگار رہیگی!! ....
(مہرو بائیں طرف سے داخل ہوتی ہے) آہ! غریب عورت! ......
اگر حقیقت حال سے باخبر ہوتی تو ابھی اپنی جان دے دیتی ......
اسے معلوم نہو! ...... اب اگر معلوم بھی ہوگا تو مایوسی کے بعد!
...... ایسے معلوم ہونے سے نہ معلوم ہونا اچھا ہے! .....

نواں نظارہ

(پچھلے افراد ——— مہرو)

مہرو۔ (چھُرے تیز ہوتے دیکھکر حیرت انگیز اضطراب سے) وا ویلا! .....

(فرہاد کے پاس جاکر) فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ (فرہاد جواب نہیں دےسکتا! رو دیتا ہے) آہ! خدایا رحم!! ..... قتل کر دیں گے؟؟ لڑکی کو قتل کر دیں گے؟؟

فرہاد۔ (اپنے آپ) بیچاری عورت! اُس کو نہیں جانتی جس سے اُسے لڑکی سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے! ...... آہ! اپنے دُشمن کی لڑکی سے اِتنی محبت؟؟

مہرو۔ (بے چینی سے) ہائے! کہو! کہو! .... کیا خوب چہر کو قتل کر دینگے؟؟

فرہاد۔ (روتے ہوئے) ہاں! میرے لختِ جگر کو بھی! بہت سے بیگناہ لڑکوں کو بھی!!

مہرو۔ آہ، .... یہ کیا مصیبت ہے! ...... افسوس! غریب خوب چہر! .... کیا تمہارے لڑکے کو بھی قتل کریں گے ......؟

فرہاد۔ (روتے ہوئے) ہاں، میرے اکلوتے بچے کو!! میرے لختِ جگر کو!!

مہرو۔ مگر اس کا سبب؟ اس کا سبب کیا ہے؟

فرہاد۔ ان غلیظ ناپاک کیڑوں کی پرورش!!

مہرو۔ آہ، مگر کیا اب تم اِن کے معتقد نہیں رہے؟

فرہاد۔ اور ..... (اپنے آپ) مگر اب چھپانے سے کیا فائدہ؟..... میری تمام اُمیدیں ختم ہو چکی ہیں! ...... (بلند آواز سے) مجھے اِن ذلیل کیڑوں سے اعتقاد کب تھا؟ ... کبھی بھی نہ تھا!

مہرو۔ تو کیا تم جمشید کے عقیدہ کے قائل ہو؟

فرہاد۔ قائل! بلکہ پرستار! سب سے زیادہ پرستار!!

مہرو۔ یہ بات ہے تو مَیں تمہیں بتلائے دیتی ہوں! .... شاید یہ معلوم کر کے تم خوب چہر کی رہائی میں کوشش کرو! .... اُس کو قتل نہ ہونے دو! (آہستہ) کیونکہ خوب چہر ....

(دائیں طرف سے چند سپاہی، پرویز، خوب چہر اور فرہاد، کاوہ، اور کاشتکاروں کے لڑکوں کو گھیرے ہوئے داخل ہوتے ہیں، سب کے ہاتھ پُشت کی طرف بندھے ہوئے ہیں)

دسواں نظارہ

[پچھلے افراد — پرویز — خوب چہر — کاشتکاروں کے لڑکے — فرہاد کا لڑکا — کاوہ کے لڑکے — سپاہی]

مہرو۔ (بے اختیار خوب چہر کی طرف دوڑ کر) ہائے میری بیٹی!!

خوب چہر۔ الوداع! امی جان! آخری وقت آپہنچا!

مہرو۔ (خوب چہر کو گلے لگا کر) آہ!

موبدوں کا پیشوا۔ (مہرو سے) تم ایک ایسی لڑکی سے جو سزائے قتل کی مستوجب ہے، اِس قسم کا سلوک کرنے کا حق نہیں رکھتیں! ایک دو

موبد، مہرو کو خوب چہرے سے الگ کر کے ایک طرف ہٹا دیتے ہیں)

فرہاد۔ غریب عورت! (اپنے لڑکے کو دیکھنے کے لئے پیچھے ہٹتا ہے) بیٹا! میں تمہیں اپنے ہاتوں سے جلاد کے حوالے کرتا ہوں! (گلے لگانے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ سپاہی الگ ہٹا دیتے ہیں۔ فرہاد مجبوراً پلٹتا ہے۔ پرویز پر نظر پڑتی ہے) آہ! میری اٹھارہ سال کی امیدوں کا یہ نتیجہ تھا! ..... (ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے)

موبدوں کا پیشوا۔ (سپاہیوں سے) لڑکوں کو یہیں رہنے دو! اور تم جاؤ! (سپاہی چلے جاتے ہیں۔ موبد بچوں کو، سانپوں کے پنجروں کے آگے لٹا دیتے ہیں اور سجدے کر کے یہ بھجن گاتے ہیں ——!)

جب ہمارے حافظ و ناصر یہ کُل معبود ہیں!
ہم پہ سب رنج و بلا کے راستے مسدود ہیں!
معتقد ان کے ہمیشہ عزّت و راحت میں ہیں!
اور دشمن، سرنگوں، لعنت گہ ذِلت میں ہیں!

آب نہ —————— ہم غفلت کریں!
آؤ! —————— عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جُل کر کریں سب التماس! — التماس!!
ہاں، صمیم قلب سے جو بھی کرے گا التماس!
زندگی اُس کی بسر ہوگی ہمیشہ بے ہراس!

گردشِ ایام کا زور، اُس پہ چل سکتا نہیں!
تختِ عزت اُس کے قدموں سے نکل سکتا نہیں!

آب نہ ——— ہم غفلت کریں!
آؤ! ——— عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جل کر کریں سب التماس! — التماس!!

گیارھواں نظارہ

(پہلے افراد ——— سپاہیوں کے سوا)

مہرو۔ (روتے ہوئے) آہ! یہ دن بھی نصیبوں میں دیکھنا تھا!

فرہاد۔ (روتے ہوئے) افسوس! ظالم کا ظلم!! (ہر ایک، ایک طرف ہٹ کر روتا ہے)

موبدوں کا پیشوا۔ (بھجن ختم کرکے) آب انہیں کھڑا کر دو! (موبد لڑکوں کو کھڑا کر دیتے ہیں) قرعے مجھے دو! (ایک موبد ایک تھیلی آگے کرتا ہے، موبدوں کا پیشوا تھیلی میں ہاتھ ڈال کر "خوب چہر"! (ایک قرعہ باہر نکال کر دیکھتا ہے "نہیں"!

مہرو۔ نہیں!! کچھ نہیں! الٰہی تیرا شکر! ابھی دو ایک روز اور زندہ رہیگی! (موبد، خوب چہر کو ایک طرف کر لیتے ہیں)

موبدوں کا پیشوا۔ (دوبارہ تھیلی میں ہاتھ ڈال کر) پرویز! (قرعہ نکال کر دیکھتا ہے) "قتل ہوگا!"

خوب چہر۔ (غش کھا کے گرتی ہے۔ ایک دو موبد آگے بڑھ کر تھام لیتے ہیں۔ پرویز کو دوسری طرف ہٹا لیا جاتا ہے)

فرہاد۔ (انتہائی مایوسی سے) ہائے! اب میری امیدیں تھوڑی ہی دیر کی مہمان ہیں! اور بس! اس کے بعد جینا! آہ، اس کے بعد جینا حرام ہے!

مہرو۔ (خوب چہر کو گرتے دیکھ کر) ہائے، میری بیٹی!

موبدوں کا پیشوا۔ (بہرام سے) کیا نام ہے تیرا؟؟

بہرام۔ (کانپتی ہوئی آواز سے) "بہرام"——!

موبدوں کا پیشوا۔ (تھیلی میں ہاتھ ڈال کر اور ایک قرعہ نکال کر) "نہیں"! (رستم سے) تیرا کیا نام ہے؟

رستم۔ رستم!!

موبدوں کا پیشوا۔ (قرعہ نکال کر) قتل ہوگا!

بہرام۔ آہ! بھائی!

رستم۔ بھائی جان! تم بچ گئے! اَبّا کو دیکھ سکو گے!!

بہرام۔ نہیں بھیّا! . . . کل یا پرسوں میرا بھی یہی حال ہونا ہے!

رستم۔ ہائے!

فرہاد۔ (اپنے آپ) میرا سینہ پھٹ جانے کو ہے!

موبدوں کا پیشوا۔ (تھیلی ایک موبد کے ہاتھ میں دیکر) آج کے لئے کافی ہیں!

(پرویز اور رستم کی طرف اشارہ کرکے) آج، ان دونوں کی قربانی
دی جائیگی! دُوسروں کی باری پھر آئیگی!
خوب چہر۔(اپنے آپ) وامصیبتا! اس کو قتل کردیا جائے اور مَیں زندہ
رہوں!.......... نہیں!..... اس کے بعد مَیں زندہ
رہنا نہیں چاہتی!..... ایک لمحہ کیلئے نہیں چاہتی!......
(موبدوں کے پیشوا سے) خدارا ــــــ مَیں تم سے التجا کرتی ہوں!
.... اس لوہار کے لڑکے کی بجائے آج مجھے قتل کردو!....
مَیں پرویز کے ساتھ مروں گی! آہ، مَیں اس کے لئے مَرنا چاہتی
ہوں! مَیں اسکے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی!
چہرو۔ روتے ہوئے اپنے آپ) آہ بدنصیب لڑکی!!
موبدوں کا پیشوا۔ نہیں! یہ نہ ہوگا! قرعہ تمہارے نام نہیں نکلا! مَیں اس کی
بجائے تمہیں قربان نہیں کرسکتا!
خوب چہر۔(عاجزی سے) دیکھو! ایک بادشاہ کی لڑکی! تمہارے ولی نعمت کی
لڑکی! تمہارے قدموں پہ سر رکھکر التجا کرتی ہے! اسکی اتنی سی التجا
قبول کرلو! پرویز کے بعد مجھے زندہ نہ رکھو!
موبدوں کا پیشوا۔ اس وقت تم ایک بادشاہ کی نہیں، بلکہ قانون کی نظر میں
ایک واجب القتل لڑکی ہو۔
خوب چہر۔ بے شک! تمہارے رحم کی محتاج! ایک بیکس لڑکی!.....
آہ! مَیں تو تم سے صرف اتنی سی عنایت چاہتی ہوں! کہ مجھے

زندہ نہ چھوڑ دو! آج ہی قتل کر دو!

پرویز۔ مجھے خوب چہر سے محبّت ہے، مَیں اُسی کے ساتھ مرنا چاہتا ہوں!

خوب چہر۔ ﷲ، ہماری یہ آخری آرزو پوری کر دو!

موبدوں کا پیشوا۔ (اُسکا سر اُٹھا کر) یہ نہ ہوگا! ہم نے کہہ جو دیا! ہوں....

خوب چہر۔ (روتے ہوئے اپنے آپ) آہ! تقدیر! تقدیر! مرنے سے کچھ دیر پہلے بھی تو، ہماری زرا سی مُسرّت گوارا نہیں کرتی!.... آہ، یا ہمی موت بھی تو نہیں دیتی! قدرت! ہمیں اس آخری نعمت سے بھی تو محروم کر رہی ہے!...... ہائے! میری مجبوری! لاچاری! میری بے کسی! بے بسی!! (رو پڑتی ہے)

موبدوں کا پیشوا۔ (موبدوں سے) چلو! اپنا کام کرو! (دو موبد ہاتھوں میں تیز چھرے لئے، پرویز اور رستم کو پکڑ کر قربان گاہ کی طرف لاتے ہیں اور چھروں سے ان کی گردن اور سینہ کو آہستہ سے چھو کر اپنا بھجن دوبارہ شروع کرتے ہیں) ؎

جب ہمارے حافظ و ناصر یہ کُل معبود ہیں!
ہم پہ سب رنج و بلا کے راستے مسدود ہیں!
معتقد اِن کے ہمیشہ عزّت و راحت میں ہیں!
اور دُشمن سرنگوں، لعنت گہ ذلّت میں ہیں!

آب نہ ———— ہم غفلت کریں!
آؤ! ———— عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہِ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جُل کر کریں سب التماس! ـــ التماس!!
ہاں، صمیمِ قلب سے جو بھی کرے گا التماس!
زندگی اُس کی بسر ہوگی ہمیشہ بے ہراس!
گردشِ ایام کا زور اُس پہ چل سکتا نہیں!
تختِ عزت اُس کے قدموں سے نکل سکتا نہیں!

اب نہ ـــــــــ ہم غفلت کریں!
آؤ! ـــــــــ عبادت کریں!

ہے یہی سجدہ گہِ ہر عام و خاص!
آؤ! مل جُل کر کریں سب التماس! ـــ التماس!!

خوب چہر۔ (جب موبد پرویز کو قتل کے ارادہ سے پکڑتا ہے) ہائے!
(دونوں ہاتوں سے مُنہ چھپا کر روتی ہے)

فرہاد۔ واحسرتا! وا مصیبتا!! (رونے لگتا ہے)

پرویز۔ الوداع! خوب چہر! الوداع! فرہاد!!

خوب چہر۔ ہائے! پرویز! (روتی ہے)

فرہاد۔ ہائے! میرے بیٹے! میرے آقا!!

(موبد سر کاٹنے کو ہیں۔ باہر کی طرف سے شور و غل کی آواز آتی ہے)

فرہاد۔ (دیوانہ وار دوڑ کر) او خدا! ہماری مدد کر!!

مہرو۔ آہ! او میرے خدا!!

موبد۔(اُٹھکر) کیا بات ہے؟
(شور و غل نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ کھڑکی سے کاوہ لوہار، ایک ہاتھ میں جھنڈا اور دُوسرے میں ہتوڑا لئے داخل ہوتا ہے۔ پیچھے پیچھے کاشتکاروں کا ہجوم ہے۔ کاوہ کی بیوی مہربان بھی ساتھ ہے۔ ہجوم بیباکانہ جوش سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور موبدوں کو چھروں سمیت اپنے قابو میں کرلیتا ہے)

بارھواں نظارہ

(پچھلے افراد۔ کاوہ۔ مہربان۔ کاشتکار۔ اور دوسرے لوگ)

بہرام۔ (کاوہ کو دیکھکر) آہ! بابا جان!
کاوہ۔میرے بیٹے! (بہرام کو پیار کرتا ہے۔ پھر موبد کو دھکا دے کر، رستم کو پیار کرتا ہے۔ کاشتکاروں کے بچے اپنے عزیزوں کی طرف دوڑتے ہیں)
موبدوں کا پیشوا۔ (غیظ و غضب سے ایک چھرا اُٹھاکر) تم کون ہو؟ تمہیں اس جگہ اس گستاخی سے داخل ہونے کی کیونکر جرأت ہوئی؟؟
کاوہ۔ہم . . . ہم ہیں!! تو بتا تو کون ہے؟ جس نے جلادی کا فرض اپنے ذمہ لے رکھا ہے! (اُس کے ہاتھ سے چھرا چھین کر اُسی کے مارتا ہے۔ موبدوں کا پیشوا پیچھے ہٹ جاتا ہے)
فرہاد۔(اپنے آپ) آہ! یہ آسمان سے اُتر کر آئے ہیں!

موبدوں کا پیشوا۔ ٹھیرو! مَیں ابھی جاکر بادشاہ سلامت سے کہتا ہوں!
تب تمہیں پتہ چلیگا!

کاوہ۔ (چھرا پھینک کر ہتوڑے سے موبد پر حملہ کرتا ہے) لے! مَیں تجھے
بھی بہت جلد، وہیں پہنچادوں! جہاں تیرے بادشاہ سلامت کو
پہنچا کے آیا ہوں!!

موبد۔ (سب کے سب ہمزبان ہوکر) آہ! (حیران ہوکر ایک طرف ہٹ جاتے
ہیں۔ کاشتکار رسیاں کاٹ کر بچوں کے ہاتھ کھولتے ہیں)

فرہاد۔ (متعجب ہوکر کاوہ کے پاس آکر) تم نے کیا کہا تھا ابھی؟ کیا ہمیں
ظالم کے ظلم سے نجات مل گئی؟؟؟

کاوہ۔ ہاں! نہ ظلم رہا نہ ظالم! نہ ضحاک! نہ قحطان!

فرہاد۔ (خوشی سے بیخود ہوکر دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھاکر) الٰہی! تیرا ہزار ہزار
شکر ہے! .... آج میری دلی مُراد بر آئی!

مہرو۔ (بیتابی سے فرہاد کے پاس آکر) کیا ہوا؟ کیا ہوا؟

فرہاد۔ خوش ہوجاؤ! ہم ظالم کے ظلم سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے ہیں!
نہ ضحاک بچا ہے نہ قحطان!!

مہرو۔ (خوشی کے مارے پھولی نہ سماکر خوب چہر کو گلے لگاکر) آہ! میری
بیٹی! ہم بچ گئے! ...... بچ گئے!! ..... تمہیں تمہارا پرویز
ہمیشہ کے لئے مل گیا! ..... (خوب چہر رونے لگتی ہے)

پرویز۔ (جوشِ مسرت سے اپنے آپ) کیا یہ صحیح ہے؟ کیا یہ صحیح ہوسکتا ہے؟

یا مَیں خواب دیکھ رہا ہوں! آہ! مَیں کیونکر یقین کروں ؟؟

فرہاد۔ (پرویز کو بغلگیر کرکے) میرے بیٹے! میرے آقا! میرے ولی نعمت! اَب ہم آزاد ہیں!! .... (اپنے لڑکے کو پیار کرکے) میرے لختِ جگر!!

کاوہ۔ (یکایک ایک چُھرا ہاتھ میں لیکر موبدوں سے) تم اِس چُھرے سے اِن معصوم بچّوں کو ذبح کرنا چاہتے تھے؟؟ ...... آہ! ...... (غصّہ سے) اَب مَیں اسی چُھرے سے تمہیں حلال کروں گا! (موبدونکی طرف بڑھتا ہے)

موبد۔ (سب کے سب کاوہ کے قدموں پہ گر کے) رحم! رحم!

کاوہ۔ ہمارے کلیجہ کے ٹکڑوں کو، ہماری چھاتی سے الگ کرکے تم اِن موذی کیڑوں کا لُقمہ بنانا چاہتے تھے؟ ..... آہ! (سانپونکے پنجرے کو ہتوڑے مار مار کر چور چور کر دیتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر جو چیز نظر آتی ہے توڑ پھوڑ دیتا ہے) تم ان مُردار کیڑوں کی ہمارے بچّوں کے مغز سے پرورش کرنا چاہتے تھے — ؟ کیوں!!

موبد۔ توبہ ہے! ... ہماری توبہ ہے! آج کے بعد ہم سے بڑھکر اِن سے نفرت کرنے والا کوئی نہو گا!!

فرہاد۔ کیوں نہیں! آج سے پہلے تم سے زیادہ انکی عبادت کرنے والا بھی تو کوئی نہ تھا؟ ...... ان کی خاطر! آہ! ان موذی کیڑونکی خاطر! انسانی جانیں قربان کرنا! اور ان کی غذا کیلئے انسانی مغز تجویز کرنا

بھی تو تمہارا ہی الہام تھا؟؟.....اَب تم کہتے ہو کہ تم سے بڑھکر
اِن سے کوئی لفرت نہیں کرے گا! خوب!!!.....سُورج مکھی کے
پھُول کی طرح، کہ جدہر آفتاب ہوتا ہے! اُسی طرف پھر جاتا ہے!
.....کس قدر خوبصورت تخیّل ہے!!!.....

کاوہ۔(ہتوڑا اُٹھاکر) نہیں! تمہیں اپنے آقا کا ساتھ دینا چاہیئے!....
فرہاد۔(کاوہ کا ہاتھ پکڑ کر) جانے دو! ان پر رحم کرو!
کاوہ۔(دو چار آدمیوں سے) لینا اِن کو!......ذرا ساتھ لیجا کے
حُلیہ ٹھیک کر دو! مردودوں کے گیسو کاٹ دو! داڑھی مونڈ دو!
اور پھر یہاں لاؤ! (چند کسان موبدوں کو پکڑ کر لیجاتے ہیں)

تیرھواں نظارہ

(پچھلے افراد ـــــ موبدوں کے سوا)

قباد۔(کاوہ سے) تم نے ہمیں ظالم کے ظُلم سے نجات دلائی ہے۔ہم تمہیں
اپنا بادشاہ بناتے ہیں!
کاوہ۔(ہتوڑا اُٹھاکر) اِسے دیکھتے ہو؟ یہ میرا ولی نعمت ہے! میں آجتک
اس کی آواز کی چھاؤں میں زندگی گزارتا رہا ہوں! اور اَب بھی
اسی کے سایہ میں بسر کرونگا!
قباد۔پھر ہمارا بادشاہ کون ہوگا؟

کاوہ- ہمارے بادشاہ کو جمشید کی نسل سے ہونا چاہیئے! کیونکہ بادشاہ کے لئے عالی خاندان ہونا ضروری ہے- اگر رذیل اور کمینے بادشاہت کے لائق ہوتے تو آج ضحاک کا یہ انجام نہ ہوتا!

قباد- آہ! جمشید کی نسل- سے اِک فریدوں تو ہے!!......

مہرو- اُف! (قریب جاکر غور سے سُننا چاہتی ہے)

قباد- مگر وہ کسی پہاڑ کی گھاٹی میں ہے!

فرہاد- نہیں گھاٹی میں نہیں! اسی جگہ موجود ہے!

مہرو- ہائے!

فرہاد- (پرویز کا بازو پکڑ کر آگے لاکر) یہ رہا "فریدوں"!!

مہرو- ارے! میرا بیٹا!! میرا بیٹا!!! (بے اختیار سینہ سے لپٹا لیتی ہے)

قباد- آہ! جو بچّہ تم نے میرے حوالے کیا تھا! جس کو میں نے اپنے بیٹے کی طرح پال پوس کر جوان کیا! وہی فریدوں ہے —— ؟؟؟ میں تو اُسے آج تک گھاٹی میں خیال کرتا تھا!

مہرو- (قباد سے) بابا! تم نے میرے بیٹے کی پرورش کی!..... آہ! مجھ پر کیسا کچھ احسان کیا؟؟..... (فرہاد سے) فرہاد! تم نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہی میرا فریدوں ہے؟؟؟

فرہاد- اِس لئے کہ آج کے دن بتلا سکوں!

مہرو- (فریدوں کو پیار کرتی ہے) آہ! میرا بچّہ! کیا موت کے مُنہ سے بال بال بچا ہے؟؟ (فریدوں کا ہاتھ پکڑ کر خوب چہرے کے پاس لاتی ہے)

لو! میری بیٹی! خوشی مناؤ! ہمیں ظالم کے ظلم سے نجات مل گئی ہے!
اَب تم ہمیشہ اُسی کے ساتھ رہو گی، جس سے تمہیں محبّت ہے!
اَب تمہارا محبوب پرویز نام کا، غلام نہیں بلکہ فریدوں نام کا
ایک شہزادہ ہے! ... میرا بیٹا ہے!! ....
(خوب چہر کو غمگین دیکھ کر) بیٹی تم خوش ہونے کی بجائے غمگین ہو!
... کیوں؟ سب خوب چہر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں)

خوب چہر۔ امی جان! یہ سچ ہے کہ اُسے مجھ سے محبّت نہ تھی! اس نے
میرے قتل کا بھی حکم دیدیا تھا! مگر پھر بھی وہ میرا باپ تھا!!
(روتی ہے)

مہرو۔ نہیں! نہیں! بیٹا! وہ ملعون ہرگز تمہارا باپ نہ تھا!!

خوب چہر۔ کیا ——— ؟؟

مہرو۔ (خوب چہر کے بازو سے بازوبند کھول کر کاوہ کے ہاتھ میں دیکر)
اس کو کھولو!

فرہاد۔ اللہ! اللہ! اس میں بھی کوئی راز ہے! جس طرح میں نے اس سے
ایک راز چھپایا تھا! اسی طرح اس نے بھی مجھ سے ایک راز چھپا رکھا
تھا! (کاوہ، بازوبند کو، ہتوڑے پر مار کر توڑ دیتا ہے اندر سے
ایک چمڑے کا ٹکڑا نکلتا ہے، جسے فرہاد کے حوالے کرتا ہے
فرہاد پڑھتا ہے)
"نورِ چشمی خوب چہر! ... میں تمہیں ایک سال کی عمر میں چھوڑ کر

آخرت کا سفر اختیار کرتی ہوں! تمہیں ہر ایک ضحاک کی
لڑکی خیال کرتا ہے۔ مگر تم جمشید کی پوتی ہو" ــــــ !
آہ!
خوب چہر۔ آہ! تو مَیں ضحاک کی لڑکی نہیں ہوں؟ مَیں تمہاری بھتیجی
ہوں؟؟!
مہرو۔ ہاں! میری بیٹی! میری بھتیجی! میری جان!! (فرہاد سے)
آگے پڑھو!
فرہاد۔ (پڑھتا ہے)
"یہ راز صرف تمہاری پھوپھی مہرو کو معلوم ہے ......
ایک دن تمہارے کام آئیگا!"
دستخط
"تمہاری والدہ!"
سُبحان اللہ!
خوب چہر۔ (خوش ہو کر) اللہ! مَیں کتنی خوش نصیب ہوں؟ فریدوں اور
مَیں، ایک ہی خاندان سے ہیں! ... مجھے اُس سے بلا وجہ محبت
نہیں ہوئی تھی ــــــ!!
فرہاد۔ اور اب وہ تمہارا شوہر بھی ہوگا! ہے کہ نہیں!! (خوب چہر شرما کر
سر نیچا کر لیتی ہے۔ مہرو سے) ہے کہ نہیں؟؟
مہرو۔ بے شک! بے شک!

فریدوں۔ (اپنے آپ) الٰہی! تیرا شکر! (خوب چہر کا ہاتھ پکڑ کر) دیکھو!
ایک وقت وہ تھا کہ ہم ایک دُوسرے کے ساتھ مرنے کی آرزو
کرتے تھے، اور وہ بھی ممکن نہ تھی! یا ایک یہ وقت ہے کہ ایک
دُوسرے کے ساتھ جینے کی تمنا ہے اور وہ پوری ہو رہی ہے!
..... ہم کس قدر خوش نصیب ہیں؟؟

خوب چہر۔ الٰہی! تیرا شکر! ہزار بار شکر!!

فرہاد۔ آب زرا تھوڑی دیر صبر کرو! (دوڑ کر باہر جاتا ہے اور ایک
جگمگاتا ہوا تاج لیکر آتا ہے) جمشید کا تاج و تخت اُسکے پوتے
فریدوں کو مبارک ہو!

سب۔ ع مبارک! مبارک! سلامت!!

(فریدوں کا بازو تھام کر ذیل کا ترانہ گاتے ہوئے اور
رقص کرتے ہوئے اُسے تخت کی طرف لاتے ہیں)

ترانہ

ساقیا! ....

.... ساقیا!

بادۂ گلگوں بیار!!!

ساقیا!

ظلم کی تاریکیاں مرجھا گئیں! عدل کی رنگینیاں پھر چھا گئیں!

عیش و راحت کی ہوائیں آگئیں!

.... چھاگیا ابرِ بہار! !ــــ ساقیا!

.... بادۂ گلگوں بیار! !ــــ ساقیا!

ساقیا ــــ !

جن کے ہنگاموں سے کانپ اُٹھتے تھے ہفت افلاک بھی!

کچھ نشاں ملتا نہیں آج اُن کا زیرِ خاک بھی!

ظلم و ظالم کا نتیجہ، کتنا عبرت خیز ہے!

ظلم بھی خاموش ہے، اور ظالمِ سفّاک بھی!

.... ظلم کی تاریکیاں مُرجھا گئیں! عدل کی رنگینیاں پھر چھا گئیں! ....

عیش و راحت کی ہوائیں آگئیں!

.... آگئی فصلِ بہار! ــــ ساقیا!

.... بادۂ گلگوں بیار! ــــ ساقیا!!

ساقیا ــــ !!

صبر کر! مظلوم! جورِ بیکراں پر صبر کر!

آفت و رنج و بلائے ناگہاں پر صبر کر!

گردشِ ایام و دورِ آسماں پر صبر کر!

صبر کو محبوب رکھتا ہے خدائے پاک بھی!!

.... ظلم کی تاریکیاں مُرجھا گئیں! عدل کی رنگینیاں پھر چھا گئیں! ....

عیش و راحت کی ہوائیں آگئیں!

.... باغ ہیں گل در کنار! ــــ ساقیا!
.... بادۂ گلگوں بیار! ــــ ساقیا!
ساقیا ــــ!!

عدل سے آباد ہے یہ کارگہ غافل نہ ہو!
عقل ہے سر میں تو ظلم و جور پر مائل نہ ہو!
عدل سے رکھ کام! محوِ فکرِ بیجا صل نہ ہو!
عدل کے قدموں پہ ہیں محوِ سجود، افلاک بھی!!
.... ظلم کی تاریکیاں مُرجھا گئیں! عدل کی رنگینیاں پھر چھا گئیں! ....
عیش و راحت کی ہوائیں آ گئیں!

.... ہیں فضائیں مشکبار! ــــ ساقیا!
.... بادۂ گلگوں بیار! ــــ ساقیا!
ساقیا ــــ!!

جشنِ نوروزی ہے برپا، کُل فضائیں شاد ہیں!
باغ ہیں سرمست، باغوں کی ہوائیں شاد ہیں!
ساری دُنیا خوش ہے، دُنیا کی ادائیں شاد ہیں!
شاد ہے بندوں سے آج اپنے، خدائے پاک بھی!!
.... ظلم کی تاریکیاں مُرجھا گئیں! عدل کی رنگینیاں پھر چھا گئیں! ....
عیش و راحت کی ہوائیں آ گئیں!

.... مہرباں ہے کردگار! ــــ ساقیا!

.... بادۂ گلگوں بیار! ــــ ساقیا!

ساقیا ــــــ!

ساقیا ـــــ!!

(چند اشخاص، موبدوں کو پکڑے ہوئے لاتے ہیں۔ اِس حال میں کہ اُن کی ڈاڑھی اور سر کے بال مونڈ دیئے گئے ہیں۔)

کاوہ۔(جب لوگ ترانہ و رقص سے فارغ ہوکر فریدوں کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں، ہاتھ کے اشارہ سے روک کر) ذرا ٹھیرو! (ہتوڑا اور جھنڈا تخت پہ رکھکر) تخت پر بیٹھنا اتنا آسان نہیں!
...... دیکھو! جس شخص نے اِس مُلک کو ظالم کے ظلم سے نجات دلائی ہے۔وہ یہ جھنڈا اور ہتوڑا تیرے حوالے کرتا ہے!
.... اگر تم نے حق، اِنصاف، اور نیکی کے ساتھ حکومت نہیں کی! اور رعایا سے باپ، بھائی، اور اولاد کی طرح سلوک نہیں کیا! تو یاد رکھّو! تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہوگا!
.... پہلے اِس جھنڈے اور ہتوڑے کی قسم کھاؤ!
پھر تخت پر بیٹھنا!

فریدوں۔جب تک ایران کا نام ونشان باقی رہے گا! اِس جھنڈے اور ہتوڑے کی عزّت کی جائے گی! .... اور مَیں اِن دونوں کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ مَیں اپنی رعایا کو باپ، بھائی، اور اولاد کی طرح سمجھوں گا! اور ان کی خدمت گزاری میں ذرہ بھر

کوتاہی نہیں کروں گا! مَیں ظلم و ستم سے نفرت کروں گا! اور حق و انصاف کا دامن کبھی ہات سے نہ چھوڑوں گا — !

کاوہ۔ (ہتوڑے اور جھنڈے کو ایک طرف ہٹا کر) اب تم بیٹھ سکتے ہو!

(فریدوں تخت پر بیٹھتا ہے)

سب کے سب۔ پائندہ باد انصاف! پائندہ باد نیکی!! لعنت بر ضحاک!! لعنت بر ظلمِ ظالم!!

(پردہ گرتا ہے)

مترجمہ

اختر شیرانی

آب حیات نے جسقدر نام پایا ہے اُسکی مکمل تشریح کے واسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ اس کے فوائد کی تصدیق میں گزشتہ پچیس سال کے اندر چالیس ہزار سرٹیفکیٹ موصول ہو چکے ہیں۔ عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کیواسطے اکسیر اعظم ہے مگر طرفہ یہ کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے۔ ہر قسم کی کھانسی سردرد۔ زکام۔ نمونیا۔ دردریح۔ وجع المفاصل۔ نقرس۔ امراض معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون۔ قولنج۔ ہیضہ۔ طاعون پھوڑا پھنسی اور دانت کے درد ضعف بصارت کیلئے نہایت مفید دوا ہے۔

آب حیات جس گھر میں موجود ہے اُس کو اور ادویات تیار کرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک شیشی میں پچاس بیماروں کیلئے کافی دوا ہوتی ہے۔ آب حیات کے مقابلہ میں اور ادویات کے وزنی بکس فضول ہیں اور دیہات میں جہاں حکیم و ڈاکٹر نہیں مل سکتا۔ وہاں یہ نعمت عظمیٰ ہے بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم اس کے استعمال سے پانچ کے پچاس بنا رہے ہیں۔ ناواقف اس کو استعمال کر کے پورا حکیم بن سکتا ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے (عگ) نمونہ کی شیشی آٹھ آنے (۸/)

پتہ ملنے کا:۔ مینجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤالدین پنجاب

چند معزز انگریزوں کے سرٹیفکیٹ

ڈاکٹر جے اے میڈکین صاحب بہادر ایل سی۔ پی ایس سول سرجن ضلع ٹوائی برہما آپکا آبحیات نہایت مفید دوا ہے۔ پچھلے دو ہفتوں میں آپ سے چوبیس روپے کی دوائی منگا چکا ہوں۔ آپ۔ بلا میری درخواست کے ہر ماہ تین شیشیاں بھیجدیا کریں۔

ڈبلیو این لڈلم صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع گجرات پنجاب۔ مجھ کو وجع المفاصل میں آپکی دوائی سے صحت ہو گئی۔

اے سی فنڈسالمین۔ صاحب بہادر ایگزیکٹو انجینئر ضلع ویلور۔ مدراس میں بڑی خوشی سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کتاب کی دوائی آب حیات بہت ہی مرضوں میں مفید ثابت ہوئی ہے۔

اے آر سنڈرسن صاحب بہادر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس برہما۔ آپ کی دوائی آب حیات ہر طرح کے درد کیلئے اکسیر ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں +

ایچ اے۔ کروڑی صاحب۔ بہادر سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ ادر اسسٹنٹ انجینئر رلوینڈم احاطہ مدراس۔ پچھلے دو سال میں میں نے آپکی دوائی کو ملیریا بخار اور بعض دیگر امراض پر استعمال کیا تھا میں بہت خوش ہوا جبکہ اس کے استعمال سے سب مریض صحتیاب ہو گئے۔

جی ایس سنوار صاحب۔ بہادر ریاست میسور۔ آپکی دوائی نہایت بے نظیر اور سریع التاثیر ہے۔ وجع المفاصل اور جوڑوں کے درد میں میں نے مختلف مرضوں پر استعمال کیا مفید پایا۔

جے۔ جی اجرسن صاحب بہادر ریلوے ڈیپارٹمنٹ جی آئی۔ پی ریلوے آبحیات ایسی اچھی چیز ہے جس کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہر بیماری پر تیر بہدف ثابت ہوئی ہے

مجھ کو ۲ شیشیاں اور بہت جلد بھیجدیں +

سی ایچ ویلی صاحب بہادر جنوبی شان سیٹ برہما۔ آپ اپنی بینظیر دوائی کی چھ شیشیاں اور بھیجدیں۔ پچھلا سٹاک ختم ہوگیا ہے۔ آپ کی دوائی دنیا میں بیشک اپنا نظیر نہیں رکھتی +

چند ہندوستانی اصحاب کے اسناد

مہاراجہ صاحب بہادر ریاست دربھنگہ۔ آبحیات جو آپ نے کلکتہ میں روانہ کیا تھا۔ نہایت مفید ثابت ہوا۔ تین شیشیاں اور بذریعہ وی پی ڈاک بھیجدیں +

خان بہادر مولوی نہال الدین صاحب کلکٹر درجہ اول اناؤ۔ آبحیات نہایت مفید ایجاد ہے۔ اس کی ایک شیشی گھر میں اور جیب میں رکھنی ضروری ہے۔

آنریری کپتان محمد علی گوہر خاں صاحب پنشنر ضلع جہلم۔ آب حیات ہر مرض پر اکسیر اور اسم با مسمیٰ ہے۔ ایک شیشی اور بھیجدیں +

راجہ چندا چور سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست چندرپور۔ آب حیات دوائی نہیں ملکہ طلسم ہے۔ ۲۵ شیشیاں اور بھیجدیں +

خان بہادر صوبیدار میجر محمد علی خاں صاحب ملٹری پولیس حال مقیم جلال آباد ضلع شاہجہان پور۔ آپ کی دوائی بہت اچھی ہے دو شیشیاں اور بھیجدیں +

آنریبل راجہ جے چند صاحب بہادر والئے ریاست لمباگاؤں ضلع کانگڑہ۔ آبحیات نہایت عمدہ دوا ہے۔ تین شیشیاں اور بھیجدیں +

قاضی مہرالدین صاحب ڈسٹرکٹ جج خانپور (بہاولپور) آپکی سب دوائیں مجرب اور

ازودا اثر ہیں۔ آبحیات کی چھ شیشیاں اور بھیجدیں +

میاں محمد عبدالعزیز صاحب گورنر ریاست پونچھ۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ آبحیات نہایت مفید اور بینظیر دوائی ہے۔ جب میں امرتسر میں تھا۔ یہ دوائی منگا کر استعمال کی تھی +

صوبیدار میجر فیض علی خاں صاحب بھوپال۔ انفنٹری فیض آباد۔ آپ کی دوائی نہایت مفید ثابت ہوئی۔ ۱۲ شیشیاں اور بھیجدیں +

حضرت قاضی محمد علی گوہر صاحب بہادر۔ جے پی چیف قاضی۔ آنریری پریذیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی۔ آپ کے یہاں کا آبحیات بہت مرضوں پر مفید ثابت پایا۔ آپ کا سرمہ بھی استعمال کیا۔ بہت مفید اور اشتہاری سرموں سے بہت اچھا ہے +

نمک سلیمانی

نمک سلیمانی تمام شکایتوں کو دور کرکے معدہ کو مقوی کرتا ہے اور بدن میں خون صالح بافراط پیدا کرکے تندرستی کو بڑھاتا ہے۔ اور امراض ذیل کو تیربہدف فایدہ بخشتا ہے۔ دائمی قبض۔ بدہضمی شکم میں درد اور نفخ ہوجانا یعنی اشتہا یعنی بھوک نہ لگنا۔ کھٹے ڈکار کا آنا سینہ جلنا منہ سے بدمزہ پانی چھوٹنا طحال یعنی تپ تلی ضعف معدہ۔ وبائی امراض ہیضہ اسہال پیچش۔ بواسیر۔ دردکمر درد گردہ اوجاع اورام مفاصل یعنی گنٹھیا۔ دردسر ضعف دماغ ضعف بصر وغیرہ اور دیگر امراض میں مثل تریاق کے حکمی تاثیر رکھتا ہے۔ بچونکو دانت نکلنے کی

حالت میں نفع پہنچاتا ہے۔ عورتوں کی خاص بیماریوں کے ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو۔ تو فایدہ بخشتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔ اور غذا کو فوراً ہضم کرتا ہے جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کی سستی اور غمگینی دُور کرتا ہے۔ اور طاقت اور فرحت بخشتا ہے۔ پژمردہ طبیعت کو خورسند کرتا ہے اور وہم و فکر کو زایل کرتا ہے ہیضہ اور طاعون کے دنوں میں اس کا استعمال اکسیر کا کام دیتا ہے۔ ہر ایک گھر میں اس نمک کی ایک شیشی نہایت ضروری ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر تین شیشی یکمشت دو روپے (عہ)

خضاب لاجواب

افسوس ہے۔ کہ اکثر لوگوں نے خضاب کے اشتہار دیکر اپنی لفاظی اور جھوٹے دعووں کے ذریعے پبلک کو بدظن کر دیا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ خضاب لاجواب کے صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی بال سیاہ ہو کر عمر بھر کیلئے چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہم اس کی واجبی تعریف ناظرین کی خدمت میں بلا پس و پیش درج کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر آپ کو بلا کسی نقص خضاب کی ضرورت ہے۔ تو یہی خضاب ہے جو سفید بالوں کو تھوڑی دیر میں قدرتی سیاہ رنگ دیتا ہے۔ بال مثل ریشم کے نرم رہتے ہیں اور لطف یہ کہ اس کے لگانے سے پیشتر جتنے بال سفید ہونگے۔ اتنے ہی رہیں گے۔ پھر سفید نہ ہونگے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ اس خضاب کے برابر دُنیا میں اور کوئی خضاب ایجاد نہیں ہوا۔ اہل ملک نے اس خضاب کی خوبیوں کا اندازہ کر لیا ہے۔ آجتک کہیں سے بھی شکایت کا موقع نہیں ملا۔ خضاب لاجواب کی تصدیق

ہیں صرف معززین کے ہزاروں خطوط موجود ہیں چنانچہ اکثر نامی گرامی رؤسا جاگیرداروں اور فوجی لوگوں کی خدمتمیں بکثرت جاتا ہے۔ اگر ھنہ ہی وہمہ کی تکالیف سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو آزماؤ۔ قیمت فی بکس عار تین شیشی والا بکس (عار)

اکسیر عنبری

اکسیر عنبری میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے کیواسطے اہل ملک نے لاکھوں روپیے یورپ اور نیز جھوٹے اشتہارونکی نذر کئے ہیں۔ خداوند کریم کی عنایت سے اب چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اکسیر عنبری کا تجربہ وسیع پیمانہ پر ہو چکا ہے۔ اس لئے مجھے اسکی تعریف میں صفحے سیاہ کرکے آپکی طبع خراشی کرنا منظور نہیں۔ اور نہ اسکے پورے صفات بیان کرنیکی اشتہار میں گنجایش ہے یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے۔ جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی شادی سے جب آدمی زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ تو اکسیر عنبری نئی زندگی بخشتا ہے۔ اس کی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سریع التاثیر سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی تیز ہو جاتے ہیں۔ خیال اعلیٰ اور مفید سوجھنے لگتے ہیں۔ دل کو وہ تقویت و تفریح پہنچتی ہے۔ کہ گویا قادر مطلق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے۔ ضعف دل بیچینی دل دل و دماغ کا دھڑکنا دل کا ڈوبنے جانا پراگندہ خیالی سانس کا پھولنا وغیرہ امراض کیواسطے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے۔ جس کے استعمال سے ویسج کے تمام امراض کو ایک خاص فائدہ پہنچتا ہے

روزانہ ڈاک ۲۳ جولائی کے موصول شدہ خطوں کا خلاصہ

جادو کا اثر رکھتی ہیں } رائے صاحب منشی تربینی سہائے ڈپٹی کلکٹر و مجسٹریٹ بدایوں۔ آپ کے کارخانہ کی ادویات ہم دورہ میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ آبحیات اور نمک سلیمانی دونوں چیزیں جادو کا اثر رکھتی ہیں۔ نمک سلیمانی سے امراض قریب قریب سب دور ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ میرے فیض عام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ تو قیمت میں کچھ رعایت کریں کیونکہ میں بلا قیمت تقسیم کرتا ہوں ✢

لاجواب ایجاد سریع التاثیر دوائیں } سید احمد حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر افسر مال گجرات حال رخصتی از کوہ مری۔ اپنی لاجواب ایجاد آب حیات کی چار شیشیاں اور ایک ڈبہ نمک سلیمانی کوہ مری میں جلد روانہ فرما دیں۔ کیونکہ آپ کی دوائیں سریع التاثیر ہیں ✢

تعجب ہے کہ ایک دوا متعدد مرضوں کا علاج کیسے ہو سکتی ہے؟ } سہارائر صاحب اکل مستری ایام پالیم ضلع ترچناپلی۔ آپ کے آب حیات کے متعلق میں اپنی رائے ایمانداری سے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اور میرے کئی دوستوں نے اس کو کئی مرضوں پر آزمایا اور ہمیشہ مفید پایا۔ ہمیں اس کے سریع التاثیر ہونے پر پورا یقین ہے ہمیں سخت تعجب ہے کہ ایک ہی دوا کس طرح متعدد بیماریوں کا علاج ہو سکتی ہے حسب معمول ایک درجن شیشیاں اور بھیج دیں (ترجمہ انگریزی)

ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہوں } ڈبلیو اے ریچرڈس صاحب بہادر ٹریفک محکمہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ امرتسر۔ مہربانی

فرماکر والپسی ڈاک ایک شیشی آب حیات وی۔ پی بھیجکر مشکور فرماویں۔ کیونکہ آپ کی ختم ہوچکی ہے۔ میں اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتا ہوں میں اس کی تعریف اپنے احباب سے کرتا رہتا ہوں۔ زکام۔ کھانسی اور دردوں میں یہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

(ترجمہ از انگریزی)

سونے کیساتھ تولیں تو بھی سستی ہے } سی۔ وی۔ ویر رگھوایر صاحب بہادر ریٹائرڈ گزٹڈ افسر پالگھاٹ

مالابار۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں۔ کہ آبحیات ایسی دوائی ہے۔ کہ اگر اسے سونے کیساتھ تول کر خریدا جاوے۔ تو بھی سستی ہے میں کئی سال سے اس کو استعمال کرتا اور منگاتا ہوں اور مجھے اس کے اعجاز مسیحائی پر پورا یقین۔ کلی بھروسہ اور دلی اعتماد ہے۔ لوگ ایک ایک دو دو قطروں کیواسطے میرے پاس دوڑے چلے آتے ہیں۔ خواہ کوکوئی سی بیماری بھی ہو۔ باوجودیکہ ان کو معلوم ہے۔ کہ میں کوئی حکیم۔ وید طبیب یا ڈاکٹر نہیں ہوں لیکن اُن کو دوائی کے تعجب خیز اثر پر پورا اعتماد ہے۔ دوائی لگاتے ہی یا پہلی خوراک استعمال کرتے ہی اُن کو تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ بس صرف اس قدر کرتا ہوں۔ کہ دوائی لوگوں کو مفت تقسیم کرتا ہوں۔ اور خاص توجہ سے طریق استعمال بتاتا ہوں۔

(ترجمہ از انگریزی)

ڈاکٹروں کی دوا سے مایوس ہو چکا تھا | ڈی ایل نارائنم صاحب کلرک پی ڈبلیو ڈی

ڈویژن دارم ضلع گوداوری - آپ کی دوائی آب حیات نے میری بیوی کی بیماری کو خاص طور پر فایدہ دیا - وہ دمہ سے بیمار تھی - اور دو ماہ سے اس کو حمل تھا - میں ڈاکٹروں کی کل بیش قیمت ادویات استعمال کر کے مایوس ہو چکا تھا مریضہ کو کسی دوا سے افاقہ نہیں ہوا - ایک دن میرے ایک دوست بازار میں مل گئے جنہوں نے آپکی دوائی کی اعجاز مسیحائی کی تعریف حد سے زیادہ کی اور بتایا کہ میں خود کئی مریضوں پر یہ دوا استعمال کر چکا ہوں میں نے چار متواتر شیشیاں منگا کر مریضہ کو استعمال کرایئں جس سے اس کی بیماری کافور ہو گئی - اور اس کے ہاں تندرست بچہ پیدا ہوا - جو نہایت عمدہ حالت میں ہے ایک درجن شیشی بھیجکر مجھے مرہون منت فرمایئں +

نمک سلیمانی | لالہ ہنسراج صاحب اسسٹنٹ انجینیر سب ڈویژنل آفیسر ریجیو رسٹنٹ بیاس ضلع

امرتسر - آپکا نمک سلیمانی بہت مفید پایا - ایک شیشی اور بذریعہ ویلیو پی بھیجدیں

ایجاد پر مبارکباد | یو شنڈرا رائے صاحب بہادر لوچراپوچی آسام - آپکی دوائی آبحیات نے مختلف مرضوں

پر فایدہ کیا چیچک بخار ریزش زکام ملیریا بخار درد سینہ حلق وغیرہ میں یہ بہت مفید ہے نصف درجن اور بھیجدیں - اور اس ایجاد پر میری مبارکباد قبول فرمایئں +

ملنے کا پتہ - مینیجر کارخانہ آبحیات ہندی بہاؤ الدین گجرات پنجاب

سونے کا انڈا

آپ بھی لاکھوں انسانوں کی طرح معمولی مرغیوں سے سونے کے انڈے حاصل کر سکتے ہیں

بشرطیکہ آپ مرغیوں سے سونے کے انڈے حاصل کرنے کا ملکہ پیدا کر لیں۔ اور جدید ماہرین فن کے اصول کی تحت میں آپ مرغیوں کی پرورش کر سکیں۔ مرغیوں کے ذریعہ سے اس وقت تک لاکھوں امریکہ کے مفلس لکھ پتی بن چکے ہیں۔ کیونکہ انڈے مرغی کا کام ہی سب سے آسان تجارت ہے جس میں بجز فائدے کے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ دیگر کاموں میں ہزاروں روپیہ لگا کر جو فائدہ نہیں ہو سکتا وہ نفع اس کام میں صرف دس روپے لگا دینے کے بعد یقینی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس میں کچھ خرچ کئے بغیر صرف انڈوں سے بچے نکالنے کے بعد دس مرغیوں سے سو مرغیاں اور سو سے ہزار اور ہزار سے دس ہزار خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس مقصد کیلئے ہم نے بالکل جدید کتاب شائع کی ہے جو کتاب ماہرین فن کے تجارب کا مجموعہ ہے۔ بلاشبہ اس کتاب کی مدد سے بیشمار دولت کمائی جا سکتی ہے۔ اسمیں مرغیوں کی پرورش کے تمام جدید اور قدیم طریقے درج ہیں۔ مثلاً مرغی انڈے کی تجارت کے طریقے۔ بہترین مرغیوں کی مناسب غذا۔ مرغیوں کی رہائش کا انتظام۔ مرغیوں کی رہائش کا انتظام۔ مرغیوں کی اعلیٰ نسل حاصل کرنے کے طریقے۔ انڈوں سے بچے نکالنے کے قاعدے۔ چوزوں کی غذا اور پرورش کے بارے میں معلومات۔ ولایتی قازوں اور دیسی مرغ کی پرورش کے طریقے۔ مرغیوں کی امراض کی علامتیں۔ مرغیوں کے [illegible] امراض کی علامتیں۔ مرغیوں کے [illegible] امراض کا دیسی اور مغربی مکمل علاج۔ اسکے علاوہ مرغیوں کے متعلق بیشمار معلومات اس کتاب میں درج ہیں۔